قرآن و بائبل میں

عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات

مؤلفین

عبدالحمید آرائیں، بشیر احمد درس

AUSTRALIAN ISLAMIC LIBRARY

From darkness to light

www.AustralianIslamicLibrary.org

Book Title: Isa (A.S) ki Akhlaqi taleemat
"Prophet Jesus's (PBUH) Moral Teachings
in the Light of Quran and Bible"

Authors: Abdul Hameed Arain,Basheer Ahmed Dars

Reviewers: Dr. Aurang Zeb Azmi(India)
Muhammad Nabeel Musharraf (Australia)

Price: PKR 300 /$ 15

Copies: 500

Published: September 2016

Australian Islamic Library ,Perth,Western Australia

www.australianislamiclibrary.org

نام کتاب : قرآن بائبل میں عیسی علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات

مؤلفین : عبدالحمید آرائیں، بشیر احمد درس

نظر ثانی : ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی (انڈیا)، محمد نبیل مشرف (آسٹریلیا)

قیمت : 300 PKR/$15

تعداد : 500

طبع : ستمبر 2016

ناشر

آسٹریلین اسلامک لائبریری، پرتھ، ویسٹرن آسٹریلیا

www.australianislamiclibrary.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا
نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا
اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

"آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں
تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ
کسی کو شریک بنائیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب
بنائیں۔ پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں"

(آلِ عمران:۶۴)

Say: "O People of the Book! come to common terms as between us and you: That we worship none but Allah; that we associate no partners with him; that we erect not, from among ourselves, Lords and patrons other than Allah." If then they turn back, say ye: “Bear witness that we (at least) are Muslims (bowing to Allah's Will).

عنوانات

صفحہ نمبر

PUBLISHERNOTE

Allah swt not only created man and gave him all the bounties in this world to enjoy, but also bestowed him with intellect to distinguish between right and wrong. Whenever, he used to go astray and neglect his own intellect and the clear signs spread around him, Allah SWT sent messengers and prophets to guide him and re-direct towards the straight path. However, as the time passed, those who preferred their desires over the hereafter, kept on changing the religion according to their wishes and caused corruption in their books and beliefs.Finally, Allah swt sent our beloved prophet Muhammad ﷺ as the last and final messenger. Allah swt preserved the pure form of shariah that he came with and perfected for humanity the beautiful religion of Islam. Allah swt also raised the status of the ummah of Muhammad ﷺ and gave them the responsibility of carrying the same noble message of Islam, which their beloved messenger used to convey, and asked them to carry that message to the whole humanity and guide them to the straight path, as the prophets and messengers used to do. This is the responsibility that we are all responsible to fulfil.

Allah swt mentions in the glorious quran that:
"Invite to the Way of your Lord (i.e. Islam) with wisdom (i.e. with the Divine Revelation and the Qur'an) and fair preaching, and argue with them in a way that is better. Truly, your Lord knows best who has gone astray from His Path, and He is the Best Aware of those who are guided." [Quran 16:125 – translated meanings]
This makes it very clear that while fulfilling our responsibility of inviting to the way of our Lord, we have to do this job in the best of manners and with wisdom. Scholars of Islam have always relied on two key aspects in order to accomplish this task successfully and these two aspects can be considered the crux of all wisdom: Al-Ilm wal Ikhlas. These timeless principles remain relevant and useful irrespective of who we are communicating the message to. It is even more important, however, when we are taking this message to not-yet-Muslims. It is their right to receive this message in a clear, intellectually sound and logical manner. To fulfil this right, scholars of Islam have delved into the field of comparative religion and compiled excellent resources which clearly segregate the fact from the fiction. As the time keeps on passing, new intellectual challenges keep on emerging. Accordingly, it is expected from scholars to continue to engage themselves in

endeavours to intellectually and academically respond to such questions and challenges.
Australian Islamic Library feels great pleasure in introducing this comprehensive book summarizing the moral teaching of Jesus (PBUH) in the light of Quran and Bible. I consider this an excellent addition to the literature on comparative religion and an effort to clarify the confusion and doubt surrounding th life and teachings of Jesus (PBUH). Authors, Abdul Hameed Arain and Basheer Ahmed Dars, have been highly comprehensive, detailed and to-the-point in their approach in this book. It is expected that it would be highly beneficial for Muslim and non-Muslim audiences alike.
We pray that this effort becomes a reason for our success in both the worlds and earn us the company of our beloved Messenger Muhammad ﷺ and other noble prophets in the hereafter.

Yours sincerely,

Muhammad Nabeel Musharraf,

Australian Islamic Library

مقدمہ

نحمده ونصلّی علی رسوله الکریم، أما بعد!

دنیا میں جتنے مذاہب وافکار ہیں سب نے اخلاقی پہلو پر کافی زور دیا ہے. ہندوستان میں بدھ مت تو اخلاقی بنیادوں پر ہی قائم ہے جس طرح نصرانیت مذاہبِ عالم میں؟ لیکن اگر ہم ان مذاہب وافکار کی اخلاقی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ان اخلاقی تعلیمات میں کافی بے ربطی ہے اور یہ تعلیمات بسا اوقات فطرت کے خلاف نظر آتی ہیں جیسے نصرانیت کا ظلم برداشت کرنے پر زور اور عفوودرگذر کی تاکید. یہ عین ناممکن ہے کہ کسی انسان پر کوئی انسان ظلم کرے اور مظلوم انسان کے اندر بدلے کا خیال تک نہ آئے. اخلاق وعادات کا یہی حال دیگر ادیان ومذاہبِ عالم کا ہے.

اسلام نے بھی دیگر ادیان کی طرح اخلاقی تعلیمات پر کافی زور دیا ہے.

رسول (ﷺ) کا قولِ مبارک ہے: بعثت لأتمّم مکارم الأخلاق

ترجمہ: میں بھیجا گیا ہوں اسلئے کہ میں اخلاق (حسنہ) کی تکمیل کر سکوں.

مگر جہاں اسلام نے اخلاق حسنہ پر کافی زور دیا ہے وہیں بشری کمزوریوں اور فطری تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا ہے اور ظلم پر برابر بدلے کی اجازت دی ہے. ہاں عفو ودرگذر پر ثواب مزید کا وعدہ کیا ہے مگر کہیں بھی اس عمل کے نہ کرنے پر ناراضگی رب یا عذاب اخروی کی دھمکی نہیں دی ہے.

ادیان ومذاہب کا اس پہلو سے تقابلی مطالعہ نہ صرف ایک دوسرے کی جامعیت ونقص کو واضح کرتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے سمجھنے اور اعتراف فضل ومنزلت پر بھی ابھارتا

ہے. اس پہلو سے ہمارے دوست محقق اسکالر بشیر احمد درس(ایڈیٹر مجلہ دی اسکالر و مجلہ دیبل)و محترم محقق اسکالر عبد الحمید آرائیں کی کاوش قابلِ تحسین ہے. محترم مصنفین نے اپنی کاوش کو دو ابواب میں تقسیم کیاہے اور ہر باب دو دو فصلوں میں منقسم ہے. ذیلی عناوین کے تحت مصنفین نے اپنی بات بخوبی کہی ہے اور اپنے مدعا کی وضاحت میں وہ اچھی طرح کامیاب رہے ہیں.

مصنفیں نے اس کتاب کی تکمیل میں کل 86 مصادر و مراجع کا سہارا لیا ہے، مزید استفادہ کے پہلو سے انہوں نے آیات واحادیث کی الگ سے ایک فھرست دی ہے. کتابِ ہذا کے جستہ جستہ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفین نے موضوع کا حق ادا کرنے میں جی توڑ کوشش کی ہے. اصل مراجع تک پہنچنے کی انکی یہ کاوش قابل مبارک باد ہے. ناچیز نے قبل از اشاعت اصلاحات کیلئے چند تجاویز دی ہیں امید ہے کہ اشاعت شدہ نسخہ ان اغلاط سے مبرا ہو گا۔ ان شاء اللہ

بہرحال یہ ایک بہتر کوشش ہے. اللہ سے دعا ہے کہ وہ مصنفین کی اس کاوش کو قبول فرمائے، انہیں جزائے خیر دے، کتاب کے نفع کو عام کرے اور مصنفین کو اس موضوع پر مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے. آمین

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی

اسسٹنٹ پروفیسر، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی انڈیا

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق و مہربانی سے ہم نے قرآن کریم و بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات جیسے اہم عنوان پر لکھنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ الحمد اللہ پایہ تکمیل کو پہنچا چاہتا ہے۔ اس میں جو بھی صحیح معلومات ہیں وہ اللہ کے فضل سے ہے اور جو غلطیاں ہیں وہ ہماری طرف سے رہ گئی ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ان سے در گزر فرمائے مزید اپنے اساتذہ وساتھیوں سے استدعا ہے کہ وہ غلطیوں کی نشاندہی کریں تا کہ ان کا ازالہ کیا جاسکے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے ان برگزیدہ پیغمبروں میں سے ہیں جن پر کتاب نازل کی گئی اور انھیں اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی اصلاح کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور اللہ کی رحمتوں کے سائے میں انھوں نے اس ذمہ داری کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا۔ مگر انھوں نے اپنی قوم یعنی یہود کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے کئی تکالیف بھی برداشت کیں، بات ان کی گرفتاری اور سزا تک جا پہنچی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور اس طرح یہودیوں کی سازشیں ناکام ہوئیں اور اللہ الرحمٰن الرحیم نے اپنے برگزیدہ بندے کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دی۔

اپنے سے پیش رُو کتب کی طرح انجیل بھی نزولِ زمانہ کے وقت نہیں لکھی گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماں کے بعد تبلیغِ انجیل زبانی طور پر جاری رہی۔ پھر ایک وقت گزرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے انجیل کو لکھنے کا ارادہ کیا۔ اپنی یاداشت کے زور پر جو انھیں یاد تھا یا جو اچھا محسوس ہوا لکھ دیا گیا۔ اسی طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ انجیل میں تبدیلیاں کرتے رہے مگر آج بھی اس میں کچھ نہ کچھ تعلیمات عیسیٰ علیہ السلام اب بھی موجود ہیں۔

ہر مذہب کے عام پیروکاروں کی طرح عیسائی بھی یقین رکھتے ہیں کہ عیسائیت ایک عالم گیر مذہب ہے، اور اس کی تعلیمات آفاقی و ہمہ گیر ہیں، جنہوں نے تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی اور انسانوں کو بلند اخلاقی اقدار اور انسانیت کی رفعتوں سے آشنا اور ہم کنار کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ان کی کتابِ مقدس "بائبل" ان کے اس دعویٰ میں ان کا ساتھ نہیں دیتی۔

بائبل میں جہاں ماں باپ کی عزت کا حکم ہے تو وہیں ماں کے ساتھ بے ادبی سے پیش آنے کے واقعات بھی درج ہیں۔ قصاص و بدلہ لینے کی انسانی جبلت کو اس طرح دبایا گیا ہے کہ اگر دشمن تمہیں ختم بھی کر دے ظلم کے پہاڑ توڑ دے پھر بھی ان کے سامنے اُف تک کرنے کی اجازت نہیں، یہ تعلیم سراسر خلافِ فطرت ہے اور معاشرہ میں ظلم و جبر کی پشت پناہی کی حیثیت رکھتی ہے جو کہ ایک بہت بڑے بگاڑ کا سبب بن سکتی ہے۔

طلاق جو کہ بعض حالات میں انسانی ضرورت ہے، بائبل میں اس کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ طلاق صرف اسی صورت میں دی جاسکتی ہے جب عورت بدکاری کرے ورنہ نہیں۔ اس تعلیم نے عیسائی معاشرہ پر ایسے اثرات چھوڑے کہ وہ اخلاقیات کے نام پر دھبہ بن گئی۔ جس کی مثالیں یورپ و امریکہ میں سرِعام دیکھی جاسکتی ہیں کہ وہاں لوگ ان ہی تعلیمات کی وجہ سے شادی کرنے کے بجائے ناجائز تعلق کو ترجیح دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے فحاشی اور بے حیائی کے اڈے عام ہیں۔ یہاں تک کے ان کے گرجا اور ٹمپل بھی اس سے محفوظ نہیں رہے۔ ایسی تعلیمات کے باوجود عیسائی مبلغین کو بائبل کی اخلاقی تعلیمات پر بہت ناز ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تعلیمات کو سامنے لاکر ان کا جائزہ لیا جائے تاکہ ان کی حقیقت سامنے آسکے۔

اردو میں تقابلِ ادیان پر بہت اہم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر ان میں عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات کا علیحدہ سے موضوع نہ مل سکا جس پر ہم نے ارادہ کیا کہ اس موضوع پر

علیحدہ سے کام کرنا چاہیے جس میں قرآن و بائبل کی روشنی میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اکٹھی کی جائیں۔ یہ کتاب انہی خطوط پر لکھنے کی کاوش ہے۔

باب اول میں قرآن و بائبل کے تناظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی تعارف تحریر کیا گیا ہے۔

باب دوئم میں قرآن و بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کر کے جائزہ لیا گیا ہے۔

دورانِ تحقیق ہماری کوشش رہی ہے کہ بنیادی ماخذ سے استفادہ کیا جاسکے مگر کہیں کہیں بشری کمزوریوں کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچا جاسکا تو ہم نے ثانوی مصدر کا حوالہ دیا ہے تا کہ کوئی شبہ نہ رہے۔ بائبل کے مختلف تراجم (اردو، انگریزی اور عربی زبان میں) ان کی تفاسیر، عیسائی عالموں کی سیرتِ عیسیٰ علیہ السلام پر لکھی گئی کتب، مستند لغات، مسلمان اور عیسائی مصنفین کی کتب کو استعمال کیا گیا ہے۔

اگرچہ عیسائیت کے موضوع پر اردو میں بہت سی نامور کتابیں موجود ہیں جس میں بعض بڑی وقیع اور قابل قدر کتابیں ہیں، ان کی موجودگی میں ہماری یہ کوشش سمندر میں قطرہ سے بھی کم ہے مگر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اس کوشش کو قبول فرمائے۔ شاید ہماری یہ کوشش کسی کی ہدایت کا سبب بن جائے جو کہ میرے ہمارے لیے آخرت کا سامان ہو گا۔

عبد الحمید آرائیں
لیکچرر اسلامیات
گورنمنٹ سچل سرمست کالیج، حیدرآباد، سندھ، پاکستان

بشیر احمد درس
لیکچرر اسلامیات
مہران یونیورسٹی ایس، زیڈ اے بھٹو کیمپس خیرپور میرس، سندھ، پاکستان

باب اول: تعارفِ عیسیٰ علیہ السلام

فصل اول: عیسیٰ علیہ السلام قرآن و سنت میں

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ [1]

"اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں توراۃ کی تصدیق کرتا ہوں اور بشارت سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد (ﷺ) ہو گا"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں اور جس طرح نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ورسل ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلسلہ انبیاءِ بنی اسرائیل کے خاتم ہیں اور جمہور کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا اور درمیان کا یہ زمانہ جس کی مدت ۵۷۰ سال ہے فترہ (انقطاعِ وحی) کا زمانہ ہے۔

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات وواقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کی حیات طیبہ کے دیباچہ کے طور پر ان کی والدہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے حالات زندگی کو بھی روشن کیا ہے۔

خاندانِ مریم:

---

[1] القرآن: الصف ۶۱: ۶

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے والد کا نام عمران بتایا ہے۔ عمران کون تھے، ان کا قبیلہ کون سا تھا۔ اس کے بارے میں زیادہ تر معلومات ہمیں مسیحی روایات سے ملتی ہیں۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی خاندانِ مریم کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:" اگر عمران کی عورت سے مراد عمران کی بیوی لی جائے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ یہ وہ عمران نہیں ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ بلکہ یہ حضرت مریم کے والد تھے۔ جن کا نام شاید عمران ہو گا (مسیحی روایات میں مریم کے والد کا نام یوآخیم ioachim لکھا ہے) اور اگر عمران کی عورت سے مراد آلِ عمران کی عورت لی جائے تو اس کے معنی ہونگے کہ حضرت مریم کی والدہ اس قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ لیکن ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے ہم قطعی طور پر ان دونوں معنوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دے سکیں۔ کیونکہ تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضرت مریم کے والد کون تھے اور ان کی والدہ کس قبیلے کی تھیں۔ البتہ اگر یہ روایت صحیح مانی جائے کہ حضرت یحیٰ کی والدہ اور حضرت مریم کی والدہ آپس میں رشتہ کی بہنیں تھیں تو پھر عمران کی عورت کے معنی قبیلۂ عمران کی عورت ہی درست ہوں گے، کیونکہ انجیلِ لوقا میں ہم کو یہ تصریح ملتی ہے کہ حضرت یحیٰ کی والدہ حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں "[2]

عمران (حضرت مریم کے والد):

ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ قصص الانبیاء میں لکھتے ہیں کہ:

" آپ حضرت داوٗد علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت مریم کے والد عمران اپنے زمانے میں بنی اسرائیل کے عابد و زاہد شخص تھے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حضرت مریم کی والدہ حنہ بنتِ فاقود بن قبیل عابدہ خاتون تھیں۔ اور اس زمانے کے مشہور

---

[2] مودودی ابوالاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔۱۱

پیغمبر حضرت زکریا حضرت مریم کی بہن کے شوہر تھے۔ اس بہن کا نام "اشیاع" تھا اور یہ جمہور کا قول ہے کہ حضرت زکریا حضرت مریم کی خالہ کے شوہر تھے اور اشیاع ان کا نام تھا"[3]

اُمِ مریم کی نذر

حضرت مریم کی والدہ محترمہ نے یہ منت مانی تھی کہ اب میری جو اولاد ہو گی میں اسے اللہ کی عبادت کے لیے مختص کر دونگی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[4]

"جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے اس کو تیری نذر (وقف) کرتی ہوں اسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی تو (اسے) میری طرف سے قبول فرما۔ تو تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے"

حضرت مریم کی پیدائش:

عمران کی بیوی نے نذر مانی تھی کہ ہونے والی اولاد کو میں صرف اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر دوں گی ان کی مراد شاید یہ تھی کہ لڑکا پیدا ہو گا مگر خدا کی قدرت تھی کہ لڑکی پیدا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَاللَّهُ

---

[3] ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: قصص الانبیاء، ص۔۶۲۱ ترجمہ ابوطلحہ اصغر مغل، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۵ء

[4] القرآن: آلِ عمرآن ۳: ۳۵

أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى وَإِنِّي
سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ [5]

"جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ ان کے ہاں پیدا ہوا تھا اللہ کو خوب معلوم تھا تو کہنے لگیں کہ پروردگار! میری تو لڑکی ہوئی ہے اور (نذر کے لیے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ) لڑکی کی طرح (ناتواں) نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں"۔

یعنی لڑکا ان بہت سی کمزوریوں اور تمدنی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ جو لڑکی کے ساتھ لگی ہوتی ہیں لہذا اگر لڑکا ہوتا تو مقصد زیادہ اچھی طرح حاصل ہو سکتا تھا۔ جس کے لیے میں اپنے بچے کو تیری راہ میں نذر کرنا چاہتی تھی۔

مریم نام:

حضرت مریم کی والدہ نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا۔ جس کے معنی ہیں "خادم، خدمت گذار" کے۔ "حنہ مریم کی والدہ نے لڑکی کا نام مریم رکھا، سُریانی زبان میں اس کے معنی خادم کے ہیں، چونکہ یہ ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کر دی گئیں تھیں اس لیے یہ نام موزوں سمجھا گیا" [6]۔

حضرت مریم بیت المقدس میں:

اُم مریم حضرت مریم کو بچپن گزر جانے کے بعد بیت المقدس لے گئیں اور وہاں

---

[5] القرآن: آلِ عمران ۳: ۳۶

[6] سیوھاروی محمد حفظ الرحمٰن: قصص القرآن، ج۔۴، ص۔۱۱، حذیفہ اکیڈمی، لاہور۔

کے خدمت گزاروں کے حوالے کر دیا۔

"اکثر مفسروں نے لکھا ہے کہ ان کی ماں نے جب ان کو جنم دیا تو ان کو کپڑوں میں لپیٹ کر بیت المقدس لے گئیں اور بندوں کے حوالے کر دیا جو وہاں عبادتِ الٰہی اور خدمتِ مسجد وغیرہ کے لیے ہمیشہ وقف رہتے تھے، اور یہ بچی چونکہ ان کے امام و پیشوا کی بیٹی تھی لہذا اس کے متعلق سب جھگڑنے لگے کہ میں اسکا کفیل بنوں گا۔ تو اگرچہ مفسریں نے اسی طرح ذکر کیا ہے مگر ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُم مریم نے مریم کو دودھ پلانے کے زمانے کے بعد اور بچپن کی پرورش کے بعد ان کے حوالے کیا ہو گا"[7]

کفالتِ مریم:

حضرت مریم کو جب بیت المقدس میں داخل کر دیا گیا تو وہ حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں پرورش پانے لگی۔ ابنِ کثیر نے اس واقعہ کو قصص الانبیاء میں اس طرح لکھا ہے کہ:

"جب اُم مریم نے مریم کو ان کے حوالے کر دیا تو اس بابت جھگڑا ہوا کہ کون پرورش و کفالت کرے ہر کوئی حریص تھا کہ میں تنہا اس کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری اٹھاؤں۔ حضرت زکریا اس زمانے میں پیغمبر بھی تھے اور مزید بر آں وہ بچی کے بہنوئی یا خالو بھی تھے تو اس لئے ان کی خواہش و کوشش تھی کہ میں اس کا حقدار بنوں مگر لوگ آپ پر مصر ہوئے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ برابر کے حقدار ہیں، اور آپ بھی قرعہ اندازی میں شریک ہوں۔ تو آخر کار سب قرعہ اندازی پر متفق ہوئے اور تقدیر و قسمت نے حضرت زکریا کی یاوری کی اور ان کے نام سے قرعہ نکل گیا اور چونکہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اس

---

[7] ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: قصص الانبیاء، ص۔ ۶۱۳ ترجمہ ابو طلحہ اصغر مغل۔

لیے یہ بہتر ہوا، اللہ عزوجل فرماتے ہیں اور زکریا اس کے کفیل بنے"[8]

اس طرح حضرت زکریا حضرت مریم کی دیکھ بھال کرنے لگے، حضرت مریم کو ایک الگ محراب دے دی گئی، جس میں مریم کے سوا کوئی اور داخل نہیں ہو سکتا تھا، آپ اس میں ہر وقت عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ لوگوں میں آپ کی کثرتِ عبادت مشہور ہو گئی اور آپ کے کریم احوال اور عمدہ صفات و کرامات کا بھی لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔ حضرت زکریا جب بھی ان کے پاس جاتے تو دیکھتے کہ ان کے پاس طرح طرح کے بے موسم پھل دیکھے، پوچھنے پر وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت مریم کے ان الفاظ کو اس طرح نقل کیا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَاب [9]

"تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسکی اچھی طرح پرورش کی۔ اور زکریا کو اس کا متکفل بنایا۔ زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔ (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ وہ بولیں کہ اللہ کے ہاں سے (آتا ہے)۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے"

---

[8] ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: قصص الانبیاء، ص۔ ۶۲۳ ترجمہ ابو طلحہ اصغر مغل۔

[9] القرآن: آلِ عمرآن ۳: ۳۷

(محراب سے لوگوں کا ذہن العموم اس محراب کی طرف چلا جاتا ہے جو ہماری مسجدوں میں امام کے کھڑے ہونے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں محراب سے یہ محراب مراد نہیں ہے، صوامع اور کنیسوں میں اصل عبادت گاہ کی عمارت سے متصل سطح زمیں سے کافی بلندی پر جو کمرے بنائے جاتے ہیں جن میں عبادت گاہ کے مجاور، خدام اور معتکف لوگ رہا کرتے ہیں انہیں محراب کہاجاتا ہے۔ اسی قسم کے کمروں میں سے ایک میں حضرت مریم معتکف تھیں)۔

حضرت مریم کے پاس فرشتوں کی آمد:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کو مریم کے پاس بھیجا کہ وہ انھیں بیٹے کی خوشخبری سنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ(45) وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ (46) قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (47) وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ (48) [10] "(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح اور مشہور عیسیٰ بن مریم ہو گا (اور جو) دنیا اور آخرت میں با آبرو

[10] القرآن: آلِ عمران ۳ : ۴۵ تا ۴۸

اور (اللہ) کے خاصوں میں سے ہو گا۔ اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر
کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور
نیکو کاروں میں ہو گا۔ مریم نے کہا۔ پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہو
گا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تو لگایا نہیں فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا
ہے پیدا کرتا ہے جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ
ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ انہیں لکھنا (پڑھنا) اور دانائی اور تورات
اور انجیل سکھائے گا"

امام ابنِ کثیر اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اللہ عزو جل ذکر فرما رہے ہیں کہ ملائکہ نے حضرت مریم کو خوشخبری دی کہ اللہ نے ان کو تمام خواتین میں چن لیا ہے۔ تا کہ ان کے بطنِ مبارک سے ایسی عظیم شخصیت کو جنم دلوائے جو بغیر باپ کے ہو اور وقت کا عظیم پیغمبر ہو، اور وہ گود میں بھی لوگوں سے بات کرے یعنی دودھ پینے کے زمانے میں، اور لوگوں کو اللہ کی عبادت ووحدت کی طرف بلائے اور پھر بڑھاپے میں بھی لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ اور پھر اللہ نے حضرت مریم کو حکم دیا کہ کثرت سے عبادت اور ریاضت اور رکوع و سجود ادا کرو تا کہ تم اس کرامت و شرافت کی اہل بن سکو اور اس کی قدر داں ہو جاؤ۔ تو آپ نے بھی اس قدر اللہ کی عبادت کی کہ آپ کے قدم مبارک پھٹ گئے، اللہ آپ پر آپ کی ماں باپ اور آپ کے لختِ جگر پر رحم فرمائے"[11]

فرشتوں کی آمد پر مریمؑ کا استعجاب:

فرشتوں نے جب حضرت مریم کو بیٹے کی خوشخبری سنائی تو انھیں حیرت ہوئی اور

---

[11] ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: قصص الانبیاء، ص۔ ۶۲۵ ترجمہ ابو طلحہ اصغر مغل۔

کہا کہ میں کیسے ماں بن سکتی ہوں حالانکہ مجھے آج تک کسی مرد نے چھوا تک نہیں تو فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ نے اسی طرح مقرر کیا ہے اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (16) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (17) قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (18) قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (19) قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا (20) قَالَ كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا (21)[12]

"اور کتاب (قرآن) میں مریم کا بھی ذکر کرو۔ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔ تو انہوں نے ان کی طرف سے پردہ کر لیا۔ (اس وقت) ہم نے انکی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی (کی شکل) بن گیا۔ (مریم) بولیں کہ اگر تم پرہیز گار ہو تو میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا (یعنی فرشتہ) ہوں (اور اس لیے آیا ہوں) کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں۔ (مریم) نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہو گا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں

---

[12] القرآن:مریم ۱۹ : ۱۶ تا ۲۱

ہوں۔ (فرشتے نے) کہا کہ یونہی (ہو گا)۔ تمہارے پروردگار نے
فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے اور (میں اسے اسی طریق پر پیدا کروں گا)
تاکہ اس کو لوگوں کے لیے اپنی طرف سے نشانی اور (ذریعہ) رحمت
(ومہربانی) بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے"

مولانا مودودی استعجابِ مریم پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "حضرت مریم کے استعجاب پر فرشتے کا یہ کہنا کہ ایسا ہی ہو گا ہر گز اس معنی میں نہیں ہو سکتا کہ بشر تجھ کو چھوئے گا اور اس سے تیرے ہاں لڑکا پیدا ہو گا، بلکہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تیرے ہاں لڑکا ہو گا باوجود اس کے کہ تجھے کسی بشر نے نہیں چھوا ہے۔ اوپر انھی الفاظ میں حضرت زکریا کا استعجاب نقل ہو چکا ہے اور وہاں بھی فرشتے نے یہی جواب دیا ہے، ظاہر ہے کہ جو مطلب اس جواب کا وہاں ہے وہی یہاں بھی ہے۔ اسی طرح سورہ ذاریات آیات ۲۸ تا ۳۰ میں جب فرشتہ حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی بشارت دیتا ہے اور حضرت سارہ کہتی ہیں کہ مجھ بوڑھی بانجھ کے ہاں بیٹا کیسے ہو گا تو فرشتہ ان کو جواب دیتا ہے کہ کذالک "ایسا ہی ہو گا"۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد بڑھاپے اور بانجھ پن کے باوجود ان کے ہاں اولاد ہونا ہے علاوہ بریں اگر کذالک کا مطلب یہ لے لیا جائے کہ بشر تجھے چھوئے گا اور تیرے ہاں اسی طرح لڑکا ہو گا جیسے دنیا بھر کی عورتوں کے ہاں ہوتا ہے تو پھر بعد کے دونوں فقرے بالکل بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں یہ کہنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے کہ تیرا رب کہتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے، اور یہ کہ ہم اس لڑکے کو ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں۔ نشانی کا لفظ یہاں صراحتاً معجزے کے معنی میں دلالت کرتا ہے کہ "ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے" لہٰذا اس ارشاد کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ ہم اس لڑکے کی ذات ہی کو ایک معجزے کی

حیثیت سے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں"[13]

ایک مغالطہ اور اس کا جواب:

کچھ جدت پسند لوگ اس بات کے انکاری ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ قرآن و انجیل سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی تھی۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی انھیں جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یعنی باوجود اس کے کہ کسی مرد نے تجھے ہاتھ نہیں لگایا، تیرے ہاں بچہ ہو گا، یہی لفظ کذٰلک (اسی طرح ہو گا) حضرت زکریا علیہ السلام کے جواب میں بھی کہا گیا تھا۔ اس کا جو مفہوم وہاں ہے وہی یہاں بھی ہونا چاہیے۔ نیز بعد کا فقرہ بلکہ پچھلا اور اگلا سارا بیان اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو صنفی مواصلت کے بغیر بچہ پیدا ہونے کی بشارت دی گئی تھی، اور فی الواقعہ اسی صورت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ ورنہ اگر بات یہی تھی کہ حضرت مریم کے ہاں اسی معروف فطری طریقہ سے بچہ پیدا ہونے والا تھا جس طرح دنیا میں عورتوں کے ہاں ہوا کرتا ہے، اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش فی الواقع اسی طرح ہوئی تو یہ سارا بیان قطعی مہمل ٹھرتا ہے جو کہ سورۃ آلِ عمران کے چوتھے رکوع سے چھٹے رکوع تک ہے۔ اور وہ تمام بیان بھی بے معنی قرار پاتے جو ولادتِ مسیحؑ کے باب میں قرآن کے دوسرے مقامات پر ہمیں ملتے ہیں۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ اور ابن اللہ اسی وجہ سے سمجھا تھا کہ ان کی پیدائش غیر فطری طور پر بغیر باپ کے ہوئی تھی، اور یہودیوں نے حضرت مریم پر الزام بھی اسی وجہ سے لگایا کہ سب کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ لڑکی غیر شادی شدہ تھی اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اگر یہ

---

13 مودودی ابو الاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔ ۱۵

سرے سے واقعہ ہی نہ تھا تب ان دونوں گروہوں کے خیالات کی تردید میں بس اتنا کہہ دینا بالکل کافی تھا کہ تم لوگ غلط کہتے ہو۔ وہ لڑکی شادی شدہ تھی، فلاں اس کا شوہر تھا۔ اور اسی کے نطفے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ یہ مختصر سی دو ٹوک بات کہنے کے بجائے آخر اتنی لمبی تمہیدیں اٹھانے اور پیچ در پیچ باتیں کرنے اور صاف صاف مسیح بن فُلاں کہنے کے بجائے مسیح ابنِ مریم کہنے کی آخر کیا ضرورت تھی جس سے بات سلجھنے کے بجائے اور الجھ جائے۔ پس جو لوگ قرآن کو کلام اللہ مانتے ہیں اور پھر مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی ولادت حسبِ معمول اور ماں کے اِتصال سے ہوئی تھی وہ دراصل ثابت یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اظہار ما فی الضمیر اور بیان مدعا کی اتنی قدرت بھی نہیں رکھتا جتنی خود یہ حضرات رکھتے ہیں (معاذ اللہ)"[14]

جائے اعتکاف سے دور جانا:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا [15]

"تو وہ (مریم) اس (بچے) کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں"۔

جب حضرت مریم حاملہ ہو گئی تو وہ بیت المقدس میں اپنے حجرے کو چھوڑ کو بیتِ لحم کی طرف چلی جاتی ہیں، تا کہ وہ لوگوں سے اپنے حمل کو چھپا سکیں اور جب تک اللہ کی مراد پوری ہو قوم کی لعن و طعن سے بچ سکیں۔

"دور کے مقام سے مراد بیتِ لحم ہے۔ حضرت مریم کا اپنے اعتکاف سے نکل کر وہاں جانا ایک فطری امر تھا۔ بنی اسرائیل کے مقدس تریں گھرانے بنی ہارون کی لڑکی اور پھر وہ جو بیتِ المقدس میں خدا کی عبادت کے لیے وقف ہو، یکایک حاملہ ہو گی۔ اس حالت میں

---

14 مودودی ابو الاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔ ۱۳

15 القرآن: مریم ۱۹ : ۲۲

اگر وہ اپنی جائے اعتکاف پر بیٹھیں رہتیں اور انکا حمل لوگوں پر ظاہر ہو جاتا تو خاندان والے ہی نہیں قوم کے دوسرے لوگ بھی ان کا جینا مشکل کر دیتے۔ اس لیے بچاری اس شدید آزمائش میں مبتلا ہونے کے بعد خاموشی کے ساتھ اپنے اعتکاف کا حجرہ چھوڑ کر نکل کھڑی ہوئیں تا کہ جب تک اللہ کی مرضی پوری ہو قوم کی لعنت و ملامت اور عام بدنامی سے تو بچی رہیں"[16]

حالتِ زچگی کے وقت مریم کی پریشانی:

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا (23) فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (24) [17]

"پھر دردِزہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔ اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے اس کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو، تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے"

ان الفاظ سے اس پریشانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جس میں حضرت مریم اس وقت مبتلا تھیں موقع کی نزاکت ملحوظ رہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان کی زبان سے یہ الفاظ دردِ زہ کی تکلیف کی وجہ سے نہیں نکلے تھے، بلکہ یہ فکر ان کو کھائے جا رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جس خطرناک آزمائش میں انھیں ڈالا ہے اس سے کس طرح بخیریت عہدہ برآ ہوں۔ حمل کو تو اب تک کسی نہ کسی طرح چھپا لیا۔ اس بچے کو کہاں لے جائے۔ بعد کا یہ فقرہ کہ فرشتے نے

---

16 مودودی ابو الاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔۱۶

17 القرآن: مریم ۱۹ : ۲۲ تا ۲۴

اس سے کہا " غم نہ کر " اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ حضرت مریم نے یہ الفاظ کیوں کہے تھے۔ شادی شدہ لڑکی کے ہاں جب پہلا بچہ پیدا ہو رہا ہو تو وہ چاہے تکلیف سے کتنی ہی تڑپے، اسے رنج و غم کبھی لاحق نہیں ہوتا۔

فرشتے کی نداء:

اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے سے حضرت مریم کی پریشانی کا حل بتلا دیا کہ تمہیں کچھ کہنے کہ ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دینا کہ میرا چپ رہنے کا روزہ ہے (واضح رہے کہ بنی اسرائیل میں چپ کا روزہ رکھنے کا طریقہ رائج تھا)۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (25) فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا (26) [18]

" اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔ تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے اللہ کے لیے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہر گز کلام نہیں کروں گی "

قوم کے سوال:

پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قوم کے کچھ لوگ آئے اور مریمؑ کو برا بھلا کہنے لگے تو مریمؑ نے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ تم اس سے بات کرو، وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ ہم

---

[18] القرآن: مریم ۱۹ : ۲۵ تا ۲٦

نومولود سے کس طرح بات کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں اس منظر کو اس طرح بیان کیا ہے:

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (27) يَا أُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا (28) فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (29) قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (30) وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (31) وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (32) وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (33) [19]

" پھر وہ اس (بچے) کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس لے آئیں۔ وہ کہنے لگے کہ مریم یہ تو تو نے بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بد اطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔ تو مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے کہ ہم اس سے جو کہ گود کا بچہ ہے کس طرح بات کرسکتے ہیں۔ (بچے نے) کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں ۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اور میں جہاں ہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحب برکت کیا ہے اور جب تک زندہ رہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ اور (مجھے) اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔ اور

---

[19] القرآن: مریم ۱۹ : ۲۷ تا ۳۳

جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ کر
کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام (ورحمت) ہے"۔

وضاحت: يَا أُخْتَ هَارُونَ کا مطلب ومفہوم:

"ان الفاظ کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ انھیں ظاہری معنی میں لیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ حضرت مریم کا کوئی بھائی ہارون نامی ہو۔ دوسرا یہ کہ عربی محاورے کے مطابق اختِ ہارون کے معنی "ہارون خاندان کی لڑکی" لیئے جائیں، کیونکہ عربی میں یہ ایک معروف طرز بیان ہے۔ مثلاً قبیلہ مضر کے آدمی کو یا اخا مضر (اے مضر کے بھائی) اور قبیلہ ہمدان کے آدمی کو یا اخا ہمدان کہہ کر پکارتے ہیں۔ پہلے معنی کے حق میں دلیل ترجیح یہ ہے کہ بعض روایات میں خود نبی اکرم ﷺ سے یہ معنی منقول ہیں۔ اور دوسرے معنی کی تائید میں دلیل یہ ہے کہ موقع و محل اس معنی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اس واقعہ سے قوم میں جو ہیجان برپا ہوا تھا اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہارون نامی گمنام شخص کی کنواری بہن گود میں بچہ لیے ہوئے آئی تھی۔ بلکہ جس چیز نے لوگوں کا ایک ہجوم حضرت مریم کے گرد جمع کر دیا تھا وہ یہی ہو سکتی تھی کہ بنی اسرائیل کے مقدس ترین گھرانے، خانوادہِ ہارون کی ایک لڑکی اس حالت میں پائی گئی۔ اگرچہ ایک مرفوع حدیث کی موجودگی میں کوئی تاویل اصولاً قابل لحاظ نہیں ہو سکتی۔ مگر مسلم نسائی اور ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث جن الفاظ میں نقل ہوئی ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ ان الفاظ کے معنی لازماً "ہارون کی بہن" ہی ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے مغیرہؓ کے سامنے یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن میں حضرت مریم کو ہارون کی بہن کہا گیا ہے، حالانکہ حضرت ہارون ان سے سینکڑوں برس پہلے گزر چکے تھے۔ حضرت مغیرہؓ ان کے اس اعتراض کا جواب نہ دے سکے اور انھوں نے آکر نبی ﷺ کے سامنے یہ ماجرا عرض

کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ "تم نے یہ جواب کیوں نہ کہہ دیا کہ بنی اسرائیل اپنے نام انبیاء و صلحاء کے نام پر رکھتے تھے"[20]

حضور ﷺ کے اس ارشاد سے صرف یہ بات نکلتی ہے کہ لاجواب ہونے کے بجائے یہ جواب دے کر اعتراض رفع کیا جاسکتا تھا"[21]

وفاتِ حضرت مریم:

ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابنِ عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ: راوی کہتے ہیں کہ مجھے خبر ملی کہ مریمؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ سماں کے بعد پانچ سال مزید زندہ رہیں۔ حضرت مریم کی جب وفات ہوئی تو ان کی عمر ترپین (۵۳) سال تھی"[22]

فضیلتِ حضرت مریمؑ:

فضیلتِ مریم علیہ السلامہ کے متعلق روایات:

عن ابن عباس، قال: خط رسول الله صلى الله عليه وسلم في الارض أربع خطوط فقال أتدرون ما هذا قالوا الله ورسوله أعلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أفضل نساء أهل الجنة خديجة بنت خويلد وفاطمة بنت محمد ومريم بنت عمران وآسية بنت

20 مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری ابو الحسن: الجامع الصحیح مسلم مع مختصر شرح نووی، کتاب الاداب، باب ابو القاسم کنیت رکھنے کی ممانعت اور اچھے ناموں کا بیان، ح۔۵۵۹۷، ص۔۳۱۲، ج۔۵

21 مودودی ابو الاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔۱۸

22 ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل: قصص الانبیاء، ص۔۶۷۷ ترجمہ ابو طلحہ اصغر مغل۔

مزاحم امرأة فرعون" [23]

"ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے زمین پر چار خط کھینچے۔ پھر دریافت فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنتِ خویلد اور فاطمہ بنتِ محمد ﷺ اور مریم بنتِ عمران اور آسیہ بنتِ مزاحم، فرعون کی بیوی ہیں"

عن أبي سعيد، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فاطمة سيدة نساء أهل الجنة إلا ما كان من مريم بنت عمران [24]

"ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے سوائے مریم بنتِ عمران کے"

ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "مریم اور فاطمہ ان چار میں سے بھی افضل ہیں، پھر حضرت مریم کو حضور نے جدا فرمایا اس سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت مریم بنتِ عمران حضرت فاطمہ

---

[23] نسائی احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن: سنن النسائی الکبریٰ، مناقبِ مریم بنتِ عمران، ج۔۵، ص۔۴ ۹۔۹۳، ح۔۷ ۵ ۳ ۸ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۱۴۱۱ھ (قال البانی۔ صحیح، البانی محمد ناصرالدین: السلسلہ الصحیحۃ، ح۔۱۵۰۸)۔

[24] احمد بن حنبل ابوعبداللہ الشیبانی: مسند احمد بن حنبل، ابی سعید خذری، ج۔۳، ص۔۸۰ (قال ابنِ کثیر فی القصص: قال الترمذی اسنادہ حسن وصححہ، ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: قصص الانبیاء، ج۔۲، ص۔۳۷۸، دارالکتب الحدیثیہ، مطبع دار التالیف۔۸، مصر، ۱۹۶۸ء)

سے بھی افضل ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں درجے اور فضیلت میں برابر ہوں"[25]

قرآن مجید میں عیسیٰؑ کا تذکرہ:

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ تیرہ (۱۳) سورتوں میں ہوا ہے ان میں سے کسی جگہ نام عیسیٰؑ کے ساتھ اور کسی جگہ مسیح اور عبد اللہ کے لقب سے اور کسی مقام پر کنیت ابنِ مریم کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔

عیسیٰ: عیسیٰ عبرانی زبان کا لفظ ہے جو کہ قرآن مجید میں چھبیس (۲۶) مرتبہ استعمال ہوا ہے، اصل میں Jesus تھا، یونانی میں Jesies بنا جو Joshua کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ عربی میں آکر عیسیٰ بن گیا۔ (عیسیٰ عاس یَعُوسُ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سیاست و قیادت کے ہیں[26])۔

مسیح: یہ نام قرآن میں تقریباً گیارہ (۱۱) مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ یہ عبرانی لفظ Mashiah سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں تیل لگایا ہوا۔ اور انگریزی میں اس کے ہم معنی لفظ ہے Christ جس کے کئی معنی ہیں: مبارک، بیماروں کو ہاتھ پھیر کر صحتیاب کر دینے والا، ولادت کے وقت حضرت جبرائیل کا ہاتھ پھیرا ہوا۔

عبد اللہ: قرآن میں عیسیٰؑ کے لیے عبد اللہ کا لقب دو (۲) مرتبہ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے اللہ کا بندہ۔

---

25 ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: قصص الانبیاء، ص۔۶۲۷ ترجمہ ابو طلحہ اصغر مغل۔

26 صلاح الدین یوسف حافظ: قرآن کریم ترجمہ و تفسیر، ص۔۱۴۵

ابنِ مریم: یہ نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کنیت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ یعنی مریم کا بیٹا۔ یہ کنیت قرآن میں تیئس (۲۳) مرتبہ استعمال کی گئی ہے۔

جن سورتوں میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے ان کے نام:

البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، التوبہ، مریم، المومنون، الاحزاب، الشوریٰ، الزخرف، الجدید، الصف

عیسیٰ علیہ السلام شیطان سے محفوظ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « ما من مولود يولد إلا نخسه الشيطان فيستهل صارخا من نخسه الشيطان إلا بن مريم وأمه » [27]

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نومولود کو شیطان اپنی انگلی کے ساتھ چھوتا ہے سوائے مریم بنت عمران اور اس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے"

عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش:

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ قصص الانبیاء میں لکھتے ہیں کہ:

"وہب بن منبہ [28] نے ذکر کیا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو اس دن مشرق و مغرب میں تمام

---

27 مسلم بن الحجاج بن مسلم القُشیری ابوالحسن: الجامع الصحیح مسلم مع مختصر شرح نووی، باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام، ج۔ ۶، ح۔ ۶۱۳۳، ص۔ ۵۹

28 نام:وهب بن منبه بن كامل اليمانى الصنعانى الذمارى، أبو عبد الله الأبناوى (أخو همام ، و معقل ، و غيلان بنى منبه) ، پیدائش:34ھ، وفات:100ھ یا110ھ، ان سے روایت کیا ہے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے۔(المکتبۃ الشاملہ)

بت گر پڑے تھے جس پر شیاطین حیران و پریشان ہو گئے۔ حتیٰ کہ بڑے ابلیس نے اپنے شیاطین کو حقیقتِ حال کی خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بناء پر ایسا ہوا ہے۔ پھر شیاطین نے دیکھا کہ عیسیٰ اپنی ماں کی گود میں ہیں اور ملائکہ اسکے گرد حفاظتی حصار قائم کیئے ہوئے ہیں اور آسمان میں اس دن ایک عظیم ستارہ بھی نمودار ہوا اور ملک فارس کا بادشاہ بھی اس ستارے طلوع کے ہونے کی وجہ سے خوفزدہ ہو گیا تھا اور اس نے کاہنوں سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ سر زمین میں کوئی عظیم بچہ پیدا ہوا ہے۔ پھر بادشاہ نے اپنے قاصدوں کو خبر لینے کے لیے بھیجا۔

اس کے بعد حضرت مریمؑ اپنے بچے کو لیکر مصر چلی گئیں اور وہیں اقامت پذیر رہیں حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بارہ سال ہو گئی اور آپکی کرامات و معجزات مشہور ہونے لگے"[29]

حلیہِ مبارک:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سفید رنگت اور درمیانے قد کی شخصیت کے مالک تھے۔ جیسا کہ بنی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میری ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو میں نے ان کو میانہ قد سرخ و سفید پایا۔ بدن ایسا صاف شفاف تھا، معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حمام سے نہا کر آئے ہیں"۔ صحیح بخاری ہی کی دوسری روایات کے بموجب عیسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگریالے جو ان کے کندھوں کے درمیان لٹکتے رہتے، چوڑے سینے والے اور انتہائی حسین شکل و صورت کے مالک تھے [30]

امام مالک مؤطا میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ:

---

29 ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: قصص الانبیاء ترجمہ ابو طلحہ اصغر مغل، ص۔ ۶۴۸

30 بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب اللہ تعالیٰ نے فرمایا مریم کا ذکر کر جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہوئی، ج۔ ۴، ح۔ ۳۴۳۸، ص۔ ۱۴۷

أراني الليلة عند الكعبة فرأيت رجلا آدم كأحسن ما أنت راء من آدم الرجال له لمة كأحسن ما أنت راء من اللمم قد رجلها فهي تقطر ماء متكئا على رجلين أو على عواتق رجلين يطوف بالكعبة فسألت من هذا قيل هذا المسيح بن مريم ثم إذا أنا برجل جعد قطط أعور العين اليمنى كأنها عنبة طافية فسألت من هذا فقيل لي هذا المسيح الدجال [31]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو خواب میں ایک رات معلوم ہوا کہ کعبہ کے پاس ہوں تو میں نے ایک شخص کو دیکھا گندمی رنگ جیسے کہ تو نے بہت اچھے گندمی رنگ کے آدمی دیکھے ہوں گے، اس کے کندھوں تک بال ہیں جیسے کہ تو نے بہت اچھے کندھوں تک بال دیکھے ہیں سو اس مرد نے اس بال میں کنگھی کی ہے تو ان سے پانی ٹپکتا ہے دو آدمیوں پر تکیہ لگائے یا یوں فرمایا کہ دو آدمیوں کے کندھوں پر تکیہ لگائے وہی شخص بیت اللہ کا طواف کرتا ہے سو میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے تو کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ مسیح ہے مریم کا بیٹا پھر میں نے یکایک ایک اور شخص دیکھا نہایت گھنگریالے بال والا داہنی آنکھ کا کانا اس کی کانی آنکھ ایسی تھی جیسے پھولا ہوا انگور سو میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کسی نے مجھ سے کہا یہ مسیح دجال ہے"

نزولِ وحی:

[31] مالک بن انس امام: موطا الامام مالک، ، باب عیسی بن مریم اور دجال کا بیان، ص۔ ۸۹۴، نعمانی کتب خانہ لاہور، جولائی ۲۰۰۶ء

تیس (۳۰) سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔

"جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۰ سال کی ہوئی تو ان پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تنہا یہودیہ کے جنگل کی سیاحت کرتے ہوئے گزارے۔ یہاں ان پر فطرت کے بہت سے حقائق منکشف ہوئے، اسی سیاحت کے دوران میں ان پر پہلی وحی نازل ہوئی، اس کے بعد آپ زور وشور سے دعوت و تبلیغ کا کام کرنے لگے "[32]

محاصرہِ عیسیٰؑ اور رفعِ آسمان:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر شہر گاؤں گاؤں خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے گھومتے رہتے، حکم خداوندی لوگوں تک پہنچانے میں اتنے مگن تھے کہ آپ نے نہ تو شادی کی اور نہ ہی اپنی رہائش کے لیے کوئی مستقل انتظام کیا تھا بس جہاں رات ہوتی سو رہتے اور صبح پھر تبلیغ دین کے لیے چل پڑتے، اسی دوران آپ عام لوگوں میں مقبول ہو گئے اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے گرد جمع رہتی۔ آپ نے دعوت و تبلیغ کا اصل ہدف ان مذہبی لوگوں کو بنایا جنھوں نے مذہب کے نام پہ دکانداریاں قائم کر رکھی تھیں۔ یہود کو آپ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور دعوتِ حق پسند نہ تھی کیونکہ انھیں اپنی مذہبی سیادت ختم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اس وجہ سے انھوں نے سازشیں شروع کر دیں اور آپ کے خلاف مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا گیا۔ بادشاہِ وقت پیلاطس کو بھی عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھڑکایا گیا۔ جس کے نتیجے میں بادشاہ نے آپ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ یہودی اور سرکاری کارندوں نے مل کر اس مکان کا گھیراؤ کر لیا جس میں آپ اور آپ کے ساتھی جمع تھے۔ وہاں سے ایک شخص کو گرفتار کر لیا گیا اور عدالتی کاروائی کے بعد اسے صلیب کر دیا گیا۔ یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے مگر قران مجید واضح انداز میں کہتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں

---

[32] اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، ج۔۲، ص۔۳۶۳

بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا۔

اللہ تعالیٰ سورہ النساء میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (157) بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (158) [33]

"اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے (اللہ نے ان کو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پیروئ ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

سنن النسائی الکبریٰ میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لما أراد الله أن يرفع عيسى عليه السلام إلى السماء خرج إلى أصحابه وهم اثنا عشر رجلا من غير البيت ورأسه يقطر ماء فقال لهم أما إن منكم من سيكفر بي

---

33 القرآن: النساء ۴: ۱۵۷–۱۵۸

اثنتي عشرة مرة بعد أن آمن بي ثم قال أيكم سيلقى عليه شبهي فيقتل مكاني ويكون معي في درجتي فقام شاب من أحدثهم سنا فقال أنا فقال عيسى اجلس ثم أعاد عليهم فقام الشاب فقال أنا فقال نعم أنت ذاك قال فألقي عليه شبه عيسى قال ورفع عيسى عليه السلام من روزنة كانت في البيت إلى السماء[34]

"جب اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلانا چاہاتو آپ اپنے ساتھیوں کی طرف گئے جن کی تعداد بارہ تھی۔ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ ایمان لانے کے بعد تم میں سے کوئی ایک بارہ دفعہ میرا انکار کرے گا پھر اسے میری شکل دیدی جائے گی اور وہ میرے بدلے میں قتل کر دیا جائے گاتو وہ جنت میں میرے درجے میں میرے ساتھ ہو گاتو ان میں سے ایک نوجوان شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا میں حاضر ہوں آپ نے کہا تم بیٹھ جاؤ، پھر کہنے پر وہی کھڑا ہوا اور تیسری دفعہ بھی وہی کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایاہاں آپ ہی وہ ہیں۔ تو پھر اس جوان کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی ہو گئی اور حضرت عیسیٰؑ گھر کے روشن دان سے آسمان پر اٹھالئے گئے"

اسطرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا، وہ وہاں پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، پھر مزید چالیس سال زندہ رہنے کے بعد ان کا انتقال ہو گا۔ اس عقیدہ پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہ عقیدہ صحیح و

---

[34] نسائی احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن: سنن النسائی الکبریٰ، ج۔٦، ص۔٩ ٨ ٤، ح۔١ ٩ ١١٥

مرفوعہ احادیث سے ثابت ہے۔

نزول عیسیٰؑ:

قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہو گا اور وہ مسلمانوں کی قیادت کریں گے۔

بنی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

" والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها " [35]

"اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ضرور وہ وقت آنے والا ہے جب عیسیٰؑ بن مریم عادل حاکم بن کر اتریں گے، وہ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے، اور جنگ کو موقوف کر دیں گے، اور مال کی اس درجہ کثرت ہو گی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا یہاں تک کہ اس وقت ایک سجدہ دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہو گا"

دوسری روایت میں ہے کہ:

نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---------- إذ بعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهرودتين واضعاً كفيه

---

[35] بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح البخاری، باب نزولِ عیسیٰ بن مریم، ج۔۴، ص۔۱۶۷، ح۔۳۴۴۸

على أجنحة ملكين إذا طأطأ رأسه قطر وإذا رفعه تحدر منه جمانٌ كاللؤلؤ [36]

"اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو جب کائنات ارضی پر بھیجیں گے تو وہ جامع مسجد دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر اتریں گے اور ان کے بدن پر (سرخی مائل) گہری زرد رنگ کی دو چادریں ہوں گی۔ اور دو فرشتوں کے بازوؤں پر سہارا لیے ہوں گے۔ جب سر جھکائیں گے تو سر سے پانی ٹپکنے لگے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو پانی کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپکیں گے (یعنی غسل کر کے آرہے ہوں گے)"

ایک اور روایت میں ہے کہ:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِىَّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « ليس بيني وبينه نبي يعني عيسى وإنه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع إلى الحمرة والبياض بين ممصرتين كأن رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل فيقاتل الناس على الإسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله في زمانه الملل كلها إلا الإسلام ويهلك المسيح الدجال فيمكث في الأرض أربعين سنة ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون » [37]

---

36 مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری ابوالحسن: الجامع الصحیح مسلم مع مختصر شرح نووی، باب ذکر دجال، ج۔۶، ح۔۷۳۷۳، ص۔۴۳۲

37 ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی: السنن ابی داؤد، باب دجال کے نکلنے کابیان، ج۔۳، ص۔۲۵۱

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا" میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہ ہو گا اور بے شک عیسیٰ اتریں گے جب تم اس کو دیکھو تو اس طرح پہچان لو وہ ایک شخص متوسط قد و قامت کے رنگ ان کا سرخی اور سفیدی کے درمیان میں ہے وہ زرد کپڑے ہلکے رنگ کے پہنے ہوں گے ان کے بالوں میں سے پانی ٹپکتا معلوم ہو گا اگرچہ وہ تر بھی نہ ہوں، وہ لوگوں سے جہاد کریں گے اسلام قبول کریں گے صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے، اللہ کی طرف سے اسلام کے علاوہ تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے اور مسیح دجال کو ہلاک کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ کی چالیس سال تک دنیا میں رہنے کے بعد وفات ہو گی اور مسلمان ان پر جنازے کی نماز پڑھیں گے "

مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوھارویؒ قصص القرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق بحث کو سمیٹتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "بہر حال جمہور کے نزدیک آیت زیر عنوان کی تفسیر یہی ہے جو سپرد قلم کی جاچکی، مشہور محدث، جلیل القدر مفسر اور اسلامی مؤرخ، عماد الدین ابنِ کثیرؒ اس تفسیر کو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حسن بصریؒ سے بسند صحیح نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ قتادہ، عبد الرحمٰن اور بہت سے مفسرین کا یہی قول ہے اور یہی قول حق ہے جیسا کہ ہم عنقریب دلیل قاطع سے اس کو ثابت کریں گے (ان شاء اللہ)۔ اور سر تاجِ محدثین ابنِ حجر عسقلانی بھی اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ " اسی تفسیر پر عبد اللہؓ نے یقین کیا ہے اور ابن عباسؓ کی اس تفسیر کو ابنِ جریر نے بروایت سعید بن جُبیرؒ اور ابو رجاءؒ نے بھی حسنؓ سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا" قبل

موتہ "یعنی قبل موت عیسیٰؑ قسم بخدا بیشک و شبہ عیسیٰؑ بقیدِ حیات ہیں اور جب وہ آسمان سے اتریں گے توسب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ابنِ جریرؒ نے اسی تفسیر کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے"[38]

آسمانی کتاب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان چار انبیاء میں سے ہیں جن کو ایک مستقل کتاب دی گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کی گی جو علم و حکمتِ خداوندی کا مخزن تھی مگر نصاریٰ نے اپنی عادت کے مطابق اسمیں بہت سی تحریفات کر کے اس کی شکل کو بگاڑ دیا(تفصیل کے لیے دیکھیے مقالہ ھذا کا باب اول، مبحث دوئم تعارف بائبل)۔

وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک دنیا میں زندہ رہیں گے اور پھر وفات پا جائیں گے، مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔

معجزاتِ عیسیٰ علیہ السلام:

اللہ تبارک تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایاتو ان کو دلیل کے طور پر معجزات بھی عطاکیے تاکہ ان کے ذریعہ عوام وخواص پر حجت قائم ہو سکے۔وہ مٹی کا پرندہ بناتے اور اللہ کے حکم سے اس میں جان ڈالتے تھے۔اندھے کو بینا کرتے تھے، ابرص کے مریض کو تندرست کر دیتے تھے۔ اللہ کے حکم سے مردوں میں جان ڈالتے تھے۔لوگ گھر سے جو کچھ کھاکر آتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے وہ سب بتادیتے تھے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے معجزات عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

38 سیوھاروی محمد حفظ الرحمٰن: قصص القرآن، ج۔۴، ص۔۷۹

وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (49)[39]

"اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہو کر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بہ شکل پرند بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے۔ اور اندھے اور ابرص کو تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں۔ اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے اللہ کی نشانی ہے"

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب (Medical Science) اور علم الطبیعات (Physics) کا بہت چرچا تھا اور یونان کے اطباء وحکما (فلاسفر) کی طب وحکمت گرد وپیش کے ممالک وامصار کے ارباب کمال پر بہت زیادہ اثر انداز

---

[39] القرآن: آل عمران ۳: ۴۹

تھی" [40]۔ اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو جو معجزات عطا کیے ان کا تعلق زیادہ تر حکمت سے ہی تھا تاکہ ان کے ذریعہ سے وقت کے بڑوں کو چیلنج کر کے لاجواب کیا جائے۔

حوارئِ عیسیٰ علیہ السلام:

حواری یعنی ساتھی، جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ کون ہے جو اللہ کے دین کی مدد کے لیے میرا ساتھ دے گا۔ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ان میں سے بیشتر حواری مزدور طبقہ تھے۔

اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے:

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (52) رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ (53) [41]

"جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے نافرمانی (اور نیتِ قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو اللہ کا طرف دار اور میرا مددگار ہو۔ حواری بولے کہ ہم اللہ (کے طرفدار اور آپ کے) مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ اے پروردگار جو (کتاب) تونے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ"

---

[40] محمد اسحاق: سیرت انبیاء کے درخشاں پہلو، ص۔۵۱۸، مشتاق بک کارنر، لاہور، مئی ۲۰۰۴ء

[41] القرآن: آل عمرآن ۳: ۵۲۔۵۳

دوسری جگہ سورہ الصف میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ (14) [42]۔

"مومنو اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کہ (بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں۔ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا۔ آخر الامر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی او وہ غالب ہو گئے"۔

کلمہ اور "روح من اللہ" کی بحث:

اللہ تعالیٰ نے کلمہ یعنی کن فیکون سے عیسیٰؑ کو پیدا کیا اور اس میں ایک پاک روح کو ڈالا جو کہ بدی سے پاک تھی۔ مگر عیسائیوں نے یونانی فلسفہ کی رو سے کلمہ اور روح من اللہ کو سمجھنے کی کوشش کی اور گمراہ ہوتے چلے گئے کبھی تو روح کو خدا کہہ ڈالا اور کبھی خدا کی روح عیسیٰؑ میں حلول کر گئی ہے، کا عقیدہ بنالیا یا پھر عقیدتِ مسیحؑ میں اس حد تک غلو کیا کہ عیسیٰؑ کو ہی خدا بنا ڈالا۔ اس طرح وہ کفر وہ شرک کی تاریکیوں میں ڈوبتے چلے گے۔

---

[42] القرآن: الصف ۶۱: ۱۴

مولانا مودودی عیسائیت کے عقیدہ تثلیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اصل میں لفظ "کلمہ" استعمال ہوا ہے۔ مریم کی طرف کلمہ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حضرت مریم کے رحم پر یہ فرمان نازل کیا کہ کسی مرد کے نطفہ سے سیر اب ہوئے بغیر حمل کا استقرار قبول کرلے۔ عیسائیوں کو ابتداء میں مسیحؑ کی پیدائشِ بے پدر کا یہی راز بتایا گیا تھا۔ مگر انھوں نے یونانی فلسفہ سے گمراہ ہو کر پہلے لفظ کلمہ کو کلام یا نطق (Locos) کا ہم معنی سمجھ لیا پھر اس کلام و نطق سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفتِ کلام مراد لے لی، پھر یہ قیاس قائم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس ذاتی صفت نے مریمؑ کے بطن میں داخل ہو کر وہ جسمانی صورت اختیار کی جو مسیح کی شکل میں ظاہر ہوئی اس طرح عیسائیوں میں مسیحؑ کی الوہیت کا فاسد عقیدہ پیدا ہوا اور اس غلط تصور نے جڑ پکڑ لی کہ خدا نے اپنے آپ کو یا اپنی ازلی صفات میں سے نطق و کلام کی صفت کو مسیحؑ کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔

مسیحؑ کو رُوح منہُ (خدا کو طرف سے ایک روح) کہا گیا ہے۔ سورہ بقرہ میں اس مضمون کو اس طرح ادا کیا گیا ہے کہ " أَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ "[43] (ہم نے پاک روح سے مسیح کی مدد کی) دونوں عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مسیحؑ کو وہ پاکیزہ روح عطا کی تھی جو بدی سے نا آشنا تھی، سراسر حقانیت اور راست باز تھی، اور از سر تا پا فضیلتِ اخلاق تھی، یہی تعریف عیسائیوں کو بتائی گی تھی۔ مگر انہوں نے اس میں غلو کیا، روح من اللہ کو عین روح اللہ قرار دے لیا اور روح القدس (Holy Ghost) کا مطلب یہ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی روح مقدس تھی جو مسیح کے اندر حلول کر گئی تھی۔ اس طرح اللہ اور مسیح کے ساتھ ایک

---

[43] القرآن: البقرہ ۲: ۲۵۳

تیسرا خدا بنا ڈالا گیا۔ یہ عیسائیوں کا دوسرا بڑا زبردست غلو تھا۔ جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ لطف یہ ہے کہ آج بھی انجیلِ متی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ: "فرشتے نے اسے (یوسف کو) خواب میں دکھائی دے کر کہا کہ اے یوسف ابنِ داؤد اپنی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر، کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے "[44]

خلاصہِ بحث

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختصر طور پر اسلامی عقائد اسطرح سے ہیں کہ:

۱۔ مریمؑ ان چار خواتین میں شامل ہیں جنہیں ساری کائنات کی خواتین سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مریمؑ پر یہ خاص انعام تھا کہ انہیں وہ پھل عطا کیے جاتے تھے جن کا موسم نہیں ہوتا تھا یعنی موسم گرما کے پھل موسم سرما میں اور موسم سرما کے پھل موسم گرما میں۔

۳۔ مریمؑ کو حمل ٹھہرنے سے پہلے ہی یہ خبر دے دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سارے جہان کی خواتین میں سے اس غرض سے چن لیا ہے کہ اللہ ان کے بطن سے بغیر باپ کے بچہ پیدا کر کے اپنی قدرت کا اظہار فرمائیں گے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کو دورانِ حمل کھجور کھانے کا کہا۔

۵۔ عیسیٰؑ نے پیدائش کے بعد اپنی ماں کی گود میں ہی کلام فرمایا اور لوگوں کے سامنے واضح کر دیا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اور پھر لوگوں کی طرف سے اپنی

44 مودودی ابوالاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔ ۲۵

والدہ پر لگائے جانے والے الزامات کی تردید بھی فرمائی۔

۶۔ عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ کے ایک بندے، اللہ کی پیدا کردہ ایک روح اور اللہ کے کلمہ "کن" سے پیدا ہونے والے ایک نبی تھے۔ لہٰذا عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث باطل ہے۔

۷۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت محمد ﷺ کے سب سے بڑے مناد اور مبشر ہیں اور یہ بشارت تورات وانجیل میں بھی موجود تھی۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزات عطاء کیے۔ بغیر باپ کے پیدا ہونا، بچپن میں کلام کرنا، ادھیڑ عمر میں بات کرنا، مٹی سے پرندہ بنانا، پیدائشی اندھے اور برص والے کو اچھا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، کھائی ہوئی چیز اور گھر میں ذخیرہ کی ہوئی چیز بتانا، آسمانوں پر زندہ اٹھایا جانا اور قیامت کے قریب آسمانوں سے زمین پر آنا۔

۹۔ کچھ یہودیوں کی سازش کی وجہ سے جب عیسیٰؑ کو سولی دینے کی کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان پر اٹھالیا اور آپ کے ایک حواری کو آپ کی صورت دے دی، انھوں نے اسے پکڑ کر سولی پر چڑھادیا اور مشہور کر دیا کہ عیسیٰؑ کو سولی دے دی گئی ہے۔ جب کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں۔ لیکن یہودی اور قادیانی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسیٰؑ آسمانوں پر زندہ نہیں بلکہ فوت ہوگئے ہیں جبکہ قرآن میں ہے کہ "وما قتلوہ وما صلبوہ" کہ نہ تو انھوں نے قتل کیا اور نہ ہی سولی دی۔

۱۰۔ عیسیٰؑ قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے۔ وہ محمد ﷺ کی

شریعت کی اتباع کریں گے، دجال کا خاتمہ کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور پھر کوئی اہلِ کتاب ایسا نہیں بچے گا جو آپ کی وفات تک آپ پر ایمان نہ لے آئے۔ پھر جب آپ کی عمر پوری ہو گی تو اللہ تعالیٰ آپ کو فوت کر دیں گے۔

فصل دوئم: تعارف عیسیٰ علیہ السلام بائبل کی روشنی

بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو معلومات درج ہیں وہ مختصراً اس طرح ہیں کہ

پیدائش: پانچ (۵) ق م، بیتِ لحم، ناصرہ، رومی بادشاہت

مذہب: یہودی

قومی زندگی کا آغاز: ۳۰ سال کی عمر میں (تبلیغ کی مدت ایک سال (متی، مرقس، لوقا))

اور یوحنا کے مطابق ۳ سال

انتقال: ۲۹ عیسوی (متی، مرقس، لوقا) اور یوحنا کے مطابق ۳۶ عیسوی، عمر

۳۳۔۳۵ سال۔

مریم علیہ السلام از روئے بائبل:

عیسائیت میں حضرت مریمؑ کے متعلق معلومات کا زیادہ تر ماخذ متی اور لوقا کی اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرشتے نے انھیں بچہ کی بشارت دی تو وہ گلیل میں ناصرت کے مقام پر رہائش پذیر تھیں اور ان کی منگنی ایک نجار (بڑھئی) بنام یوسف سے ہو چکی تھی[45]۔

لوقا مزید بتاتا ہے کہ یوسف داوٴدؑ کی نسل سے تھا اور اگرچہ مریم کے حسب نسب کے متعلق صاف نہیں بتایا گیا مگر وہ بھی اسی نسل سے تعلق رکھتی تھیں کیونکہ لوقا باب ۳ میں

[45] بائبل (KJV) لوقا ۱: ۲۶ تا ۲۷

جو نسب نامہ دیا گیا ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مریم کی منگنی یوسف سے ہو چکی تھی یعنی وعدہ وعید ہو چکا تھا کہ مریم کی شادی یوسف کے ساتھ ہو گی، لیکن تاحال شادی ہوئی نہیں تھی۔ نئے عہد نامہ کے زمانے میں منگنی آج کل کی نسبت بہت زیادہ پکی اور مضبوط ہوتی تھی۔ اسے صرف طلاق ہی سے توڑا جاسکتا تھا، مگر بے وفائی کو زناکاری مانا جاتا تھا جس کی سزا موت تھی[46]۔ عیسیٰؑ کی پیدائش ہیرودیس اعظم کی حکومت کے آخری زمانہ میں بیتِ لحم میں ہوئی[47]۔ عیسیٰؑ کی پیدائش کے بعد یہ خاندان ناصرت میں مقیم رہا[48]، صرف متی ہی مصر کو فرار کا ذکر کرتا ہے۔ جہاں مریم، یوسف اور ننھا یسوع حاسد ہیرودیس کے خوف سے پناہ گزین ہوئے۔

متی لکھتا ہے کہ "پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابنِ داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے"[49]۔

ولیم میکڈونلڈ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "فرشتے کی مداخلت پر یوسف نے مریم کو طلاق دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ یسوع کی پیدائش تک اس کے ساتھ منگنی کو تسلیم کرتا رہا۔ یسوع کی پیدائش کے بعد اس نے مریم کے ساتھ شادی کرلی۔۔۔۔۔۔۔۔ مریم کو بیوی تسلیم کرنے کے ساتھ اس نے مریم کے بیٹے کو بھی اپنا متبنیٰ

---

46 ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب ج۔۱، ص۔۳۰ ترجمہ جیکب سموئیل، مسیحی کتب خانہ لاہو، ۱۹۹۰۔

47 بائبل (KJV) متی ۲: ۱، لوقا ۱: ۵؛ ۲: ۴

48 بائبل (KJV) متی ۲: ۲۳ اور لوقا ۲: ۳۹

49 بائبل (KJV) متی ۱: ۱۹۔۲۰

بنالیا"[50]

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش:

مریم علیہ السلام منگنی کے دوران ہی روح القدس کے معجزے سے حاملہ ہوئی، ایک فرشتہ نے مریم کو اس واقعے کی خبر دے دی تھی کہ روح القدس تجھ پر نازل ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایا ڈالے گی[51]۔ اس کے بعد فرشتے نے اس بچے کی جو ابھی پیدا نہیں ہوا تھا، جنس، اس کا نام اور مقصدِ زندگی بیان کیا۔ مریم کے بیٹا ہو گا۔ اس کا نام یسوع (مطلب یہوواہ نجات ہے یا یہوواہ منجی[52]) رکھنا ہو گا[53]۔

قیصر اوگوستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیتِ لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے۔ اس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا۔ تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا۔ اور اس کا پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا کیونکہ اس کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔

اُس رات کچھ چرواہے قریب کے کھلے میدان میں اپنے ریوڑوں کی پہرہ داری کر رہے تھے۔ اچانک رب کا ایک فرشتہ اُن پر ظاہر ہوا، اور اُن کے ارد گرد رب کا جلال چمکا۔ یہ دیکھ کر وہ سخت ڈر گئے۔ لیکن فرشتے نے اُن سے کہا، "ڈرو مت! دیکھو مَیں تم کو بڑی خوشی کی خبر دیتا ہوں جو تمام لوگوں کے لئے ہو گی۔ آج ہی داؤد کے شہر میں تمہارے لئے نجات

---

50 ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب، ج۔۱، ص۔۳۲ ترجمہ جیکب سموئیل۔

51 بائبل (KJV) لوقا ۱: ۳۵

52 ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب، ج۔۱، ص۔۳۱ ترجمہ جیکب سموئیل۔

53 بائبل (KJV) متی ۱: ۲۱

دہندہ پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند۔ اور تم اُسے اِس نشان سے پہچان لوگے، تم ایک شیر خوار بچے کو کپڑوں میں لپٹا ہوا پاؤ گے۔ وہ چرنی میں پڑا ہوا ہو گا۔ اچانک آسمانی لشکروں کے بے شمار فرشتے اُس فرشتے کے ساتھ ظاہر ہوئے جو اللہ کی حمد و ثنا کر کے کہہ رہے تھے، "آسمان کی بلندیوں پر اللہ کی عزت و جلال، زمین پر اُن لوگوں کی سلامتی جو اُسے منظور ہیں"۔ فرشتے اُنہیں چھوڑ کر آسمان پر واپس چلے گئے تو چرواہے آپس میں کہنے لگے، "آؤ، ہم بیت لحم جا کر یہ بات دیکھیں جو ہوئی ہے اور جو رب نے ہم پر ظاہر کی ہے"۔ وہ بھاگ کر بیت لحم پہنچے۔ وہاں اُنہیں مریم اور یوسف ملے اور ساتھ ہی چھوٹا بچہ جو چرنی میں پڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر اُنہوں نے سب کچھ بیان کیا جو اُنہیں اِس بچے کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ جس نے بھی اُن کی بات سنی وہ حیرت زدہ ہوا۔ لیکن مریم کو یہ تمام باتیں یاد رہیں اور وہ اپنے دل میں اُن پر غور کرتی رہی۔ پھر چرواہے لوٹ گئے اور چلتے چلتے اُن تمام باتوں کے لئے اللہ کی تعظیم و تعریف کرتے رہے جو اُنہوں نے سنی اور دیکھی تھیں، کیونکہ سب کچھ ویسا ہی پایا تھا جیسا فرشتے نے اُنہیں بتایا تھا۔ آٹھ دن کے بعد بچے کا ختنہ کروانے کا وقت آ گیا۔ اُس کا نام عیسیٰ رکھا گیا۔

جب موسیٰ کی شریعت کے مطابق طہارت کے دن پورے ہوئے تب وہ بچے کو یروشلم لے گئے تاکہ اُسے رب کے حضور پیش کیا جائے، جیسے رب کی شریعت میں لکھا ہے، "ہر پہلوٹھے کو رب کے لئے مخصوص و مُقدّس کرنا ہے"۔ ساتھ ہی اُنہوں نے مریم کی طہارت کی رسم کے لئے وہ قربانی پیش کی جو رب کی شریعت بیان کرتی ہے، یعنی "دو قمریاں یا دو جوان کبوتر" [54]

عیسیٰ کے بچپن کے بارے میں صرف لوقا ہی ایک واقعہ بیان کرتا ہے، جب وہ کھو گئے تھے اور ان کی والدہ انہیں تلاش کرتی ہوئی ان کے پاس پہنچی تھیں تو انھوں نے جواب

---

[54] بائبل (KJV) لوقا ۲: ۱۔۲۴

دیا تھا" کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہو ناضرور ہے[55]۔ اس واقعہ کے علاوہ صرف ایک مرتبہ وہ ان کے ساتھ قانائ گلیل میں ایک شادی میں شریک ہوئیں[56]
بائبل کے مطابق اس موقعہ پر عیسیٰؑ نے اپنی والدہ کو "اے عورت" کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

ناصرۃ:

موجودہ نام الناصرۃ۔ زربون کے علاقے میں ایک شہر جو یروشلم سے ۷۰ میل شمال میں تھا، یہ مریمؑ اور ان کے خاندان کی جائے رہائش تھی، یہیں عیسیٰؑ نے اپنی زندگی کے تیس سال گزارے جب تک کہ وہاں کے لوگوں نے انہیں رد نہ کر دیا، یہاں رہنے کی وجہ سے انہیں ناصری کالقب دیا گیا، اس شہر کا نام نہ پرانے عہد نامہ میں ہے نہ اپاکر فامیں[57]

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی تاریخ:

۲۵ دسمبر عیسیٰؑ کی پیدائش کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ۵ ق م میں ہوئی تھی۔

"عام خیال کیا جاتا ہے کہ مسیح سن ایک عیسوی میں پیدا ہوئے۔ انگریزی حروف A.D سے جو Anno Domini کا مخفف ہیں مراد ہے "ہمارے خداوند کا سال"۔ لیکن جب لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ مسیح اس سے چار یا پانچ سال پہلے پیدا ہوئے تو انہیں تعجب ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عیسوی کیلنڈر چھٹی صدی میں مرتب کیا گیا۔ راہب ڈایو نیسیس اکسی گوس Monk Dionysius exiguous نے ۵۲۶ء میں حساب لگا کر سنہ عیسوی کا اعلان کیا۔ لیکن بد قسمتی سے اس کے حساب میں چار سال کی غلطی رہ گئی۔ اس نے مسیح کی پیدائش رومی کیلنڈر کے سال ۷۵۴ میں رکھی۔ لیکن ہیرودیس اعظم جس نے بیتِ لحم کے معصوم بچوں کا قتلِ عام

---

[55] بائبل (KJV) لوقا ۲: ۴۱ تا ۵۱

[56] بائبل (KJV) یوحنا ۲: ۱

[57] خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔ ۹۹۶

کیا تھا رومی سال ۷۵۰ میں فوت ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسیح کی پیدائش ۷۵۰ سے کم از کم چند ماہ پہلے ہوئی ہو گی۔ غالباً وہ رومی سنہ ۷۴۹ کے شروع میں پیدا ہوئے تھے یعنی ۵ ق م کے آخر میں۔ جب اس غلطی کا پتا چلا تو یہ ناممکن تھا کہ بے شمار چھپی ہوئی کتابوں میں اس کو درست کیا جائے سو سنہ عیسوی کو یوں ہی رہنے دیا گیا"[58]

عیسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ:

لوقا نے نسب نامہ آدمؑ تک بیان کیا ہے جس میں ستر سے زیادہ نام دیئے ہیں مگر متی نے صرف ابراہیم تک بیان کیا ہے۔ متی اور لوقا کے بیان کردہ نسب ناموں میں ابراہیم سے لے کر داؤد تک تو صرف ایک ہی اختلاف ہے مگر داؤد سے لے کر یوسف تک بہت اختلافات ہیں، متی نے صرف ۲۷ نام ذکر کیے ہیں جبکہ لوقا نے ۴۲ نام ذکر کیے ہیں:

بمطابق متی	بمطابق لوقا
داؤد	داؤد
سلیمان	ناتن
رجعام	متتاہ
ابیاہ	مناہ
آسا	ملے آہ
یہوسفط	الیاقیم
یورام	یونان
عزیاہ	یوسف
یوتام	یہوداہ
آخز	شمعون
حزقیاہ	لاوی
منسی	متات
امون	یوریم
یوسیاہ	الیعزر

58 خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔ ۶۱۲

یکونیاہ

سیالتی ایل

زربابل

ابیہود

الیاقیم

عازور

صدوق

اخیم

الیہود

الیعزر

متان

یعقوب

یوسف

یشوع

عیر

المودام

قوسام

ادی

ملکی

نیری

سیالتی ایل

زربابل

ریسا

یوحنا

یوداہ

یوسخ

شمعی

متتیاہ

ماعت

نوگہ

اسلیاہ

ناحوم

عاموس

متتیاہ

یوسف

ینا

ملکی

لاوی

متات

عیلی

یوسف

مسیح نام:

مسیح عبرانی لفظ ماشیخ کی اردو شکل ہے۔ اس کا یونانی لفظ خرستوس Christos ہے اور اس کے معنی ہیں "مسح کیا ہوا" پرانے عہد نامہ میں یہ موعود نجات دہندہ کے لئے دو مرتبہ استعمال ہوا ہے[59]

ابو الاعلیٰ مودودی مسیحیت نام کے متعلق لکھتے ہیں کہ " اس گروہ کا موجودہ نام مسیحی (Christian) پہلی بار ۴۳ء یا ۴۴ء میں انطاکیہ کے مشرک باشندوں نے رکھا تھا، جب پولوس اور برنباس نے وہاں پہنچ کر اپنے مذہب کی تبلیغ عام شروع کی[60]، یہ نام بھی دراصل طنز و تمسخر کے طور پر مخالفین کی طرف سے رکھا گیا تھا، اور پیروانِ مسیحؑ اسے خود اپنے نام کے طور پر قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن جب ان کے دشمنوں نے ان کو اسی نام سے پکارنا شروع کر دیا تو ان کے لیڈروں نے کہا کہ اگر تمھیں مسیح کی طرف نسبت دے کر " مسیحی " کہا جاتا ہے تو تمھیں اس پر شرمانے کی کیا ضرورت ہے[61]۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ لوگ خود بھی اپنے آپ کو اسی نام سے موسوم کرنے لگے جس سے ان کے دشمنوں نے طنزاً انھیں موسوم کیا تھا۔ یہاں تک کہ آخر کار ان کے اندر سے یہ احساس ہی ختم ہو گیا کہ یہ ایک برا لقب تھا جو انھیں دیا گیا ہے "[62]

عیسیٰ نام:

مسیحیوں کے نزدیک عیسیٰ کا لفظ قابلِ قبول نہیں[63]۔ بدیں وجہ انجیل کے اردو اور

---

59 خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔۹۰۹

60 بائبل(KJV)اعمال ۱۱: ۲۶

61 بائبل(KJV)۱۔پطرس ۴: ۱۶

62 مودودی ابو الاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔۶۸

63 خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔۶۷۷

عربی ترجموں میں لفظ یسوع استعمال ہوا ہے۔ لیکن فارسی اور پشتو میں عیسیٰ ہی استعمال ہوا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بھائی:

متی میں عیسیٰ علیہ السلام کے بھائیوں کے نام یعقوب، یوسف، شمعون اور یہودا دیئے گئے ہیں، اس سے اگلی آیت میں بہنوں کا بھی ذکر ہے مگر ان کے نام نہیں دیئے گئے [64]۔

پروٹسٹنٹ کلیسا کے بڑے حصہ کا نظریہ ہے کہ یہ بھائی مریم اور یوسف کے چھوٹے بیٹے یعنی یسوع کے سگے بھائی تھے۔ ان کے اس نظریہ کو تقویت لفظ پہلوٹھے [65] کے استعمال سے ملتی ہے، متی کے بیان سے بھی یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یسوع کی پیدائش کے بعد میاں بیوی کا ازدواجی تعلق قائم ہوا [66]۔ چوتھی صدی عیسوی میں اس نظریہ کی حمایت ہل ویڈیس نے کی۔ لیکن راہبانہ تحریک کے بڑھتے ہوئے اثر نے جو مقدسہ مریم کی دائمی دوشیزگی کی قائل تھی اسے ایک بدعت قرار دیا۔

جبکہ رومن کیتھولک کلیسا کا عقیدہ ہے کہ یہ بھائی ابنِ عم یعنی چچازاد، ماموں زاد اور خالہ زاد وغیرہ بھائی تھے، کیونکہ رومن کیتھولک کلیسا مریم کی دوشیزگی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

آرتھوڈکس کا عقیدہ ہے کہ یہ بھائی یوسف کی پہلی بیوی کے بچے تھے۔ یہ نظریہ تیسری صدی عیسوی میں رائج ہوا اور اس عقیدہ کے ماننے والے بھائیوں کی یسوع کی دنیاوی زندگی کے دوران مخالفت بطور دلیل اسکے حق میں پیش کرتے ہیں کہ ان کو اپنے چھوٹے سوتیلے بھائی کی شہرت اور قابلیت پر رشک آتا تھا [67]

---

64 بائبل(KJV) متی ۱۳:۵۵

65 بائبل(KJV) لوقا ۲:۷

66 بائبل(KJV) ۱:۲۵

67 ماخوذ از خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔۱۶۰

عیسیٰ کے حالاتِ زندگی:

عیسی علیہ السلام نیک فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے، مذہبی مجالس میں پابندی سے شرکت کرتے، مقدس تورات کی آیات زبانی یاد کر لیا کرتے تھے۔ انھوں نے مذہبی مجالس کے ایک مکتب میں تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ جہاں انھوں نے نبیوں کے حالات اور روایات کا علم حاصل کیا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام شیریں گفتار تھے اور اپنی باتوں سے لوگوں کا دل موہ لیتے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بڑھئی کا کام سیکھا اور وہ تقریباً اٹھارہ سال تک اسی پیشہ کے ساتھ منسلک رہے اور اپنے خاندان کے افراد کے لیے روزی کماتے رہے اور لکڑی کے کام کے ماہر تھے۔ وہ لکڑی کے Yoke یعنی جوًا بنانے میں مہارت رکھتے تھے۔ رومی سپاہیوں نے انھیں اسی جوًا پر لٹکا دیا۔ لیکن بعد میں یہ جوًا صلیب Cross کہلایا جو کروڑوں عیسائیوں کا مقدس نشان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قومی زندگی کا آغاز تقریباً اس وقت ہوتا ہے جب انھوں نے تیس (۳۰) سال کی عمر میں حضرت یوحنا (John) کے ہاتھ پر بیعت (بپتسمہ Baptasma) کی[68] اور بقول لوقا، اس وقت مسیح پر روح القدس کا جسمانی طور پر ایک کبوتر کی شکل میں نزول ہوا[69]

بپتسمہ اور روح القدس کے نزول کے بعد مسیح نے چالیس دن تک جسمانی اور روحانی ریاضت کی اور بیابان کی تنہائی میں شیطان نے انہیں آزمایا۔ اس آزمائش میں آپ ثابت قدم اور خداوند کے وفادار رہے[70]

مسیح نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز گلیل اور کفرنحوم کے علاقوں کو بنایا وہ وہاں

---

[68] ماخوذ از عبدالقادر شیبہ الحمد: اقوام عالم کے ادیان و مذاہب، ص۔۵۷۷ تا۵۷۸ ترجمہ ابوعبداللہ محمد شعیب۔

[69] بائبل (KJV) لوقا ۳: ۲۱۔۲۲

[70] بائبل (KJV) متی ۴: ۱۔۱۱، مرقس ۱۲: ۱۔۱۳، لوقا ۱: ۴۔۱۳

کے عبادت خانوں میں تبلیغ و منادی کرتے رہے [71]۔ انھی تبلیغی دوروں کے دوران انھوں نے بیماروں کو شفا دینے، بدروحوں اور شیاطین کو بیمار جسموں سے نکالنے، کوڑھ، اور فالج وغیرہ کو ٹھیک کرنے اور اندھوں کو بینائی اور گونگوں کو گویائی دینے کے معجزات بھی دکھائے۔ اس سے ان کی شہرت پھیل گئی اور لوگوں کی ایک "بڑی بھیڑ ان کے پیچھے ہولی" [72]۔ مسیح نے اپنے پیروکاروں میں سے بارہ خاص شاگرد چنے، جنھیں بائبل میں "مسیح کے رسول" کہا گیا ہے [73]۔ معجزات کی وجہ سے مسیح گلیل میں مقبول ہوگئے اور یہ شہرت اس وقت مزید ہوگئی جب آپ نے چند روٹیوں سے پانچ ہزار لوگوں کو سیر کرایا [74]

ان معجزات سے یہودیوں نے سمجھا کہ جس نجات دہندہ کا انہیں انتظار تھا، وہ یہی ہیں۔ اس لئے انھوں نے مسیح کو بادشاہ بنانا چاہا۔ مگر آپ صرف "آسمانی "یعنی روحانی رہنما تھے۔ اس لئے انھوں نے انکار کیا اور بادشاہی سے بچنے کی خاطر کچھ عرصہ کے لئے لوگوں سے الگ ہو گئے [75]۔ بہت سے لوگوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا [76] کیونکہ وہ ظالم اور غیر ملکی حکمرانوں سے نجات دلانے کے بجائے ابدی نجات اور روحانی اصلاح پر زور دیتے تھے [77] یہودی، مسیح کے ذریعہ اپنی دنیاوی توقعات پوری نہ ہونے اور ان کے روحانی مواعظ سے اتنے تنگ آئے کہ انھوں نے ان کو سنگسار کرنے کی بھی کوشش کی [78]۔ یہ اس وجہ سے بھی تھا کہ وہ ان کو

---

[71] بائبل (KJV) لوقا ۴: ۱۴۔۱۶، مرقس ۱: ۲۱، متی ۴: ۲۳، لوقا ۴: ۲۱۔۴۲

[72] بائبل (KJV) متی ۴: ۲۵

[73] بائبل (KJV) متی ۱۰: ۱۔۴، لوقا ۶: ۱۳۔۱۶

[74] بائبل (KJV) متی ۱۴: ۴۔۱۶، مرقس، لوقا، یوحنا

[75] بائبل (KJV) یوحنا ۱۰: ۲۴۔۲۸، ۶: ۱۴۔۱۵

[76] بائبل (KJV) یوحنا ۶: ۶۶

[77] بائبل (KJV) یوحنا ۶: ۳۳۔۳۷

[78] بائبل (KJV) یوحنا ۱۰: ۳۰

بعض مجازی (figurative) باتوں مثلاً "خدا کی بادشاہی" "باپ" اور "بیٹا" کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتے تھے[79]

اسی اثناء میں مسیح نے ایک مرتبہ پھر "لنگڑوں، اندھوں، گونگوں، ٹنڈوں اور بہت سے بیماروں" کو اچھا کیا، چار ہزار سے زیادہ افراد کو تھوڑے سے کھانے کے ذریعہ سے سیر کرایا[80]۔ اور ایک مردہ شخص لعزر (Lazarus) نیز ایک مردہ لڑکی کو زندہ کیا[81]

ان واقعات سے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقبولیت میں اضافہ ہوا، وہاں یہودیوں کے مذہبی رہنما ان کے مخالف ہوگئے اور ان کے قتل کے مشورے کرنے لگے[82]۔ انہوں نے لعزر کے قتل کا بھی ارادہ کیا۔ کیونکہ اس کے زندہ ہونے کی وجہ سے بہت لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار بن گئے تھے[83]۔ بعض روایات کے مطابق لعزر دوبارہ جی اٹھنے کے تیس برس بعد تک زندہ رہا[84]

ان حالات کے پیش نظر عیسیٰ علیہ السلام اپنے خاص شاگردوں کے ساتھ جنگل کے قریب رہنے لگے اور آزادانہ پھرنے سے احتراز کرنے لگے[85] دوسری طرف یہودی مذہبی رہنماؤں نے حکم جاری کیا کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے تو اطلاع دے تاکہ انھیں پکڑ لیں[86]۔ اس اعلان کے بعد مسیح علیہ السلام کے بارہ خاص شاگردوں میں سے ایک یہودا

---

79 بائبل (KJV) یوحنا ۱۰: ۳۰-۳۹

80 بائبل (KJV) متی ۱۵: ۲۹-۳۹

81 بائبل (KJV) یوحنا ۱۱: ۱۱-۴۴، لوقا، مرقس، متی

82 بائبل (KJV) یوحنا ۱۱: ۴۷-۵۳

83 بائبل (KJV) یوحنا ۱۲: ۱۰-۱۱

84 Life of Christ,P-522، بحوالہ ساجد میر: عیسائیت تجزیہ و مطالعہ، ص۔ ۴۵

85 بائبل (KJV) یوحنا ۱۱: ۵۴

86 بائبل (KJV) یوحنا ۱۱: ۵۷

اسکریوتی (Judas Iscariot) نے عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوانے کے لئے تیس روپے لیے اور موقع کی تلاش میں رہا[87]

کچھ عرصہ بعد یہودیوں کے تہوار عید فسح (Passover)[88] کے موقع پر عیسیٰ علیہ السلام یروشلم میں اعلانیہ داخل ہوئے اور لوگوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا، جس سے مذہبی رہنما اور بھی چونکے[89] ادھر عیسیٰؑ نے یروشلم کے ہیکل کے بیرونی صحن سے صرافوں اور قربانی کے جانور بیچنے والوں کو زبردستی نکال کر، کہ یہ عبادت اور دعا کا گھر ہے، مذہبی رہنماؤں کو اور بھی ناراض کیا[90]۔ اس موقع پر ان مذہبی رہنماؤں کی ریاکاری اور ظاہر پرستی کے خلاف عیسیٰ علیہ السلام کی تقریر نے انھیں اور بھی بھڑکا دیا[91]

یسوع کی گرفتاری:

متی کے بیان کے مطابق "یسوع مسیح گتسمنی (Gethsemane) نام کی ایک جگہ پر اپنے شاگردوں کے ساتھ آیا اور وہاں منہ کے بل گر کر دعا کی کہ اگر ہو سکے تو (موت کا) یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ مسیح بار بار یہ دعا کرتے رہے اور ان کے شاگرد آرام سے سوئے رہے۔ اتنے میں ان کا شاگرد یہوداہ آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی اور اس کے پکڑوانے والے نے اس کو یہ نشان دیا تھا جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے۔ اسے پکڑ لینا۔ اور فوراً اس نے یسوع کے پاس آکر کہا اے ربی سلام! اور اس کے بوسے لئے۔ یسوع نے اس سے کہا میاں!

---

87 بائبل (KJV) متی ۲۶: ۱۴۔۱۶، لوقا ۲۲: ۳۔۶

88 عید فسح کا تہوار موسیٰؑ کے زمانے میں اسرائیلیوں کے مصر سے خروج سے متعلق واقعات کی خوشی میں منایا جاتا ہے، یہ 14- اپریل کو منایا جاتا ہے (خیر اللہ ایب: قاموس الکتاب، ص۔۱۰۷

89 بائبل (KJV) یوحنا ۱۲: ۱۹

90 بائبل (KJV) متی ۲۱: ۱۲۔۱۳، لوقا ۱۹: ۴۰۔۴۲

91 بائبل (KJV) متی ۲۳: ۱۔۹، لوقا ۲: ۴۵۔۴۷

جس کام کو آیا ہے وہ کر لے۔ اس پر انھوں نے پاس آکر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا۔ اس پر سب شاگرد یسوع کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور یسوع کے پکڑنے والے اس کو کائفانام سردار کاہن کے پاس لے گئے جہاں فقیہ اور بزرگ جمع تھے۔

اور پطرس (شاگرد) دور دور اس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانہ تک گیا اور اندر جاکر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا۔ اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا کہ ایک لونڈی نے اس کے پاس آکر کہا تو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا۔ اس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے۔ اور جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اسے دیکھا اور جو وہاں تھے ان سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا۔ اُس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اِس آدمی کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انھوں نے پطرس کے پاس آکر کہا بیشک تو بھی ان میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اِس آدمی (مسیح) کو نہیں جانتا"[92]

یسوع مسیح کا مقدمہ:

یہودی اور رومی حکام کی عدالت میں یسوع مسیح کا وہ ہنگامہ خیز مقدمہ جس کا نتیجہ ان کی مصلوبیت کی صورت میں نکلا۔ چاروں انجیلیں اس مقدمہ کی سماعت کا ذکر کرتی ہیں مگر مختصر طور پر[93]، جس کی وجہ سے واقعات کی تاریخی ترتیب کو وثوق سے بیان کرنا ممکن نہیں۔

گستمنی میں گرفتاری کے فوراًبعد یسوع کو یروشلم میں یہودی حکام کے سامنے پیش کیا گیا۔ صرف یوحنا ہی یہ بتاتا ہے کہ یسوع کو پہلے سابقہ سردار کاہن حُننیاہ کے سامنے پیش کیا

---

92 بائبل (KJV) متی ۲۶ : ۳۶ تا ۷۵

93 بائبل (KJV) متی ۲۶: ۵۷ تا ۶۵؛ ۲۷: ۲، ۳۱، مرقس ۱۴: ۵۳؛ ۱۵: ۲۰، لوقا ۲۲: ۵۴؛ ۲۳: ۲۵، یوحنا ۱۸: ۱۲؛ ۱۹: ۱۶

گیا۔ اُس نے یسوع سے ان کے شاگردوں اور تعلیمات کے بارے میں سوالات پوچھے۔ یسوع نے اسے یاددلایا کہ اُس کی یہ تحقیقات غیر قانونی ہیں جس پر اُس کے ایک نوکر نے ان کے منہ پر تھپڑ مارا در یں اثنا صدر عدالت کے تمام اراکین کائفا کے محل میں جو کہ اس عدالت کا صدر تھا جمع ہو چکے تھے، لہذا حننیاہ نے یسوع کو بیڑیاں اور ہتھکڑیاں لگا کر ان کے پاس بھیج دیا، صدر عدالت نے یسوع کو مجرم ٹھہرانے کے لئے جھوٹے گواہ فراہم کئے لیکن چونکہ اُن کی گواہیوں میں تضاد تھا اس لئے ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ اُن کے الزامات کے جواب میں یہاں تک کہ جب کائفا نے غصے میں آکر جواب طلب کیا، یسوع خاموش رہے۔ یوں انھوں نے اس سماعت کو غلط قرار دیا۔ یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اب مقدمہ ہاتھوں سے نکلتا جارہا ہے، کائفا نے گواہوں کو ہٹا کر یسوع سے براہِ راست پوچھا "تو خدا کا بیٹا یسوع ہے؟"۔ انھوں نے یسوع کو ایسا جواب دینے پر مجبور کر دیا جو بظاہر انھیں مجرم ٹھہراتا ہو، اور پھر اس جواب کو کُفر قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف استعمال کیا، عدالت افراتفری میں اٹھ کھڑی ہوئی اور یسوع کا خوب تمسخر اڑایا اور بے عزتی کی، صبح صادق کے بعد صدر عدالت پھر کمرہ عدالت میں فراہم ہوئی اور خانہ پُری کے لئے یسوع سے ان کے یسوع المسیح ہونے کے دعوے اور ان کی الوہیت کے بارے میں سوالات کئے، یہ عدالت یسوع کو قانونی طور پر مجرم قرار دینے کے لئے فراہم ہوئی تھی۔

چونکہ رومی حکومت نے یہودی صدر عدالت سے موت کی سزا دینے کا اختیار لے لیا تھا، اسلیئے ضروری تھا کہ موت کی سزا کی توثیق رومی گورنر سے کرائی جائے جو اُس وقت عیدِ فسح کی وجہ سے یروشلم میں تھا، چناچہ مسیح کو باندھ کر ساری جماعت جلوس کی صورت میں انہیں پیلاطس کے پاس لے گئی۔ جب اس نے یہودیوں سے الزامات کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے ایسا ظاہر کیا گویا کہ وہ سماعت کے بغیر موت کی سزا کی توثیق چاہتے ہیں، لیکن

پیلاطس کے زور دینے پر انھوں نے تین الزامات پیش کیے، اِن میں پیلاطس نے صرف "خراج دینے سے منع" کرنے کے الزام کو ہی قابلِ سماعت سمجھا جب یسوع نے اپنی بادشاہت کی نوعیت کے متعلق اسے بتایا تو پیلاطس اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ بے گناہ ہے اور ان کی بریت کا اعلان کیا، لیکن اس سے یہودی اور بھی بھڑک اٹھے اور مزید الزام لگانے لگے، لیکن یسوع نے اس کا کوئی جواب نہ دیا تو پیلاطس بڑا حیران ہوا، جب پیلاطس کو علم ہوا کہ یسوع کا تعلق گلیل کے علاقے سے ہے تو اُس نے اس ناخوشگوار کام سے بچنے کے لئے انھیں گلیل کے حاکم ہیرودیس انتپاس کے پاس بھیج دیا جو عیدِ فسح کے موقع پر یروشلم ہی میں تھا۔ لیکن جب یسوع نے ہیرودیس کے مطالبہ پر معجزہ دکھانے سے انکار کر دیا اور مکمل خاموشی اختیار کئے رکھی تو اس نے اس کا تمسخر اڑایا اور مجرم ٹھہرائے بغیر واپس پیلاطس کے پاس بھیج دیا۔

جب یسوع پیلاطس کے پاس واپس آئے تو اُس نے محسوس کیا کہ اُسے ضرور ہی اس مقدمہ کو نپٹانا پڑے گا۔ پس اس نے سردار کاہن اور عام لوگوں کو بلایا اور یسوع کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے دوبارہ تحقیق کی۔ لیکن یہودیوں کو خوش کرنے کے لئے اس نے ساتھ ہی یہ بھی تجویز کیا کہ وہ یسوع کو رہا کرنے سے پیشتر ان کو کوڑے لگوادے گا۔ اور جب عوام نے دستور کے مطابق عید پر ایک قیدی رہا کرنے کی درخواست کی تو اس نے انہیں ایک سفاک ڈاکو برابا اور یسوع میں سے ایک کو چننے کے لیے کہا، اُسے امید تھی کہ عوام یسوع کو چنیں گے اور یوں وہ سردار کاہنوں کے مطالبہ کو رد کر دیں گے۔ لوگوں سے ووٹ لینے سے پیشتر پیلاطس کو اُس کی بیوی کی طرف سے ایک سنجیدہ تنبیہ موصول ہوئی۔ دریں اثنا یہودی راہنماؤں نے لوگوں کو برابا کو مانگنے کے لئے ورغلالیا۔ جب پیلاطس نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے برابا کو مانگا اور چلا چلا کر یسوع کو صلیب دینے کا مطالبہ کرنے لگے۔ یوحنا کی انجیل

کے مطابق یسوع کو صلیب دینے سے بچنے کے لئے پیلاطس نے آخری حربے کے طور پر انہیں کوڑے لگوائے اور سپاہیوں کو اجازت دی کہ وہ انہیں کانٹوں کا تاج پہنا کر بادشاہ ہونے کا تمسخر اڑائیں اور پھر انھیں اس خستہ اور قابلِ رحم حالت میں اس امید پر لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ ممکن ہے اس حالت میں دیکھ کر وہ مطمئن ہو جائیں۔ لیکن اس کے برعکس صلیب دینے کے بارے میں ان کا رویہ اور بھی سخت ہو گیا، آخری اپیل کے طور پر جب اس نے کہا کہ کیا وہ ان کے بادشاہ کو مصلوب کر دے! تو یہودیوں نے جواب دیا کہ قیصر کے سوا ان کا کوئی بادشاہ نہیں۔ اور جب پیلاطس نے اپنی بریت کے اظہار کے طور پر علانیہ اپنے ہاتھ دھوئے تو لوگوں نے اس قتل کی ذمہ داری رضاکارانہ طور پر قبول کر لی، اگرچہ پیلاطس اس بے انصافی سے پورے طور پر آگاہ تھا تو بھی اس نے برابا کو رہا کر کے مسیح کو صلیب دینے کا حکم دیا[94]

بائبل میں دیے گئے عقیدے کے مطابق یسوع مسیح نے گناہ میں گری ہوئی انسانیت کا جرم اپنے اوپر لیتے ہوئے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر گرفتاری، بُرے سلوک اور صلیب دیئے جانے کے لئے پیش کر دیا۔ صلیب پر ان کی قربانی اور دکھ اس وقت اپنے عروج کو پہنچے جب انھوں نے تین گھنٹے کی تاریکی کے خاتمہ پر بڑے زور سے چلا کر کہا "اے میرے خدا، اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"[95] اپنی موت کے بعد یسوع مسیح اپنے دشمنوں کے قبضۂ اختیار میں نہ رہے۔ اُن کے بدن کو صلیب سے اتار اگیا اور باغ میں ایک نئی قبر میں دفنا دیا گیا۔

پھر وہ جلد ہی اپنے وعدہ کے مطابق تیسرے روز جی اٹھے اور اپنے پیروکاروں پر

---

94 ماخوذ از بائبل (KJV) اناجیل اربعہ (متی، مرقس، لوقا، یوحنا)

95 بائبل (KJV) متی ۲۷: ۴۶

ظاہر ہو کر ان کے شک اور خوف کو دور کر دیا[96]

عیسیٰؑ کا دوبارہ زندہ ہونا:

عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسیٰؑ کو جمعہ کے دن صلیب کیا گیا، وہیں ان کی موت واقع ہوگئی اور پھر ایک باغ میں قبر میں دفنا دیا گیا جس کے تیسرے روز یعنی اتوار کو دوبارہ زندہ ہوئے اور قبر سے باہر نکل آئے، گلیل میں اپنے شاگردوں کو تین دن یا چالیس دن تک نظر آتے رہے۔ اور پھر آسمان پر اٹھا لیئے گئے اور اب اللہ کے ساتھ داہنی طرف بیٹھیں ہیں [97]۔ اناجیل میں ان واقعات میں تضاد پایا جاتا ہے۔

متی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم مگدلینی اور دوسری مریم جب قبر کے پاس پہنچیں تو خدا کا فرشتہ نازل ہوا، اور پتھر قبر سے لڑھک گیا، اور وہ اس پر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ تم ڈرو مت اور جلدی چلی جاؤ[98]

اور مرقس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں اور سلومی جب قبر کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ پتھر لڑھکا ہوا ہے، اور جب قبر میں داخل ہوئیں تو ایک سفید پوش جو ان کو قبر میں داہنی جانب بیٹھا ہوا دیکھا[99]

جبکہ لوقا کا بیان ہے کہ یہ جب پہنچیں تو پتھر کو لڑھکا ہوا پایا، پھر وہ قبر میں داخل ہو گئیں، مگر مسیح کا جسم نہ پایا تو حیران ہو گئیں، اچانک اپنے پاس دو شخصوں کو دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے کھڑے ہیں [100]۔

---

96 بائبل(KJV)لوقا ۲۴: ۹۔۱۳، یوحنا ۲۰: ۱۱، ۲۱: ۲۲

97 بائبل(KJV) مرقس ۱۶: ۱۹

98 بائبل (KJV) متی ۲۸: ۱ تا ۵

99 بائبل (KJV)مرقس ۱۶: ۴۔۵

100 بائبل(KJV)لوقا ۲۴: ۲۔۴

ایک طرف تو عیسائی عقیدہ ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھا لیے گئے مگر ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ وہ ہر وقت ہمارے ساتھ اور ہمارے کاموں میں ہماری مدد کرتے ہیں اور زندہ مسیح اب تک دنیا میں سرگرمِ عمل ہے [101]

رفعِ مسیح علیہ السلام پر اناجیل میں اختلاف:

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں مگر اناجیل میں اس پر کافی اختلافات ہیں، اس اختلاف کے بارے میں ڈاکٹر مورس بُوکائے لکھتے ہیں کہ: "نہ متی نے اور نہ یوحنا نے عیسیٰؑ کے اٹھائے جانے کا ذکر کیا ہے، لوقا نے اپنی انجیل میں اس کا تعین روزِ محشر کے لیے کیا ہے، اور "رسولوں کے اعمال" میں جس کا انھیں مصنف کہا جاتا ہے اس کو چالیس دن بعد کا وقوعہ قرار دیا ہے۔ مرقس (تاریخ کا تعین کیے بغیر) ایک ایسے اختتامیہ میں اس کا تذکرہ کرتا ہے جو آج غیر مستند سمجھا جاتا ہے، لہذا رفعِ مسیح کی الہامی اعتبار سے کوئی ٹھوس بنیاد نہیں۔ شارحین اس کے باوجود اس اہم مسئلہ سے حیرت انگیز طور پر نہایت سرسری طریقہ سے گزر جاتے ہیں" [102]

عیسیٰؑ کی آمد ثانی:

عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسیٰؑ واپس دنیا میں آئیں گے اور انصاف قائم کریں گے اور جو خداوند کو نہیں مانتے ان سے بدلہ لیں گے اور تمام نیک لوگوں کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

متی لکھتا ہے کہ " ابنِ آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدل دے گا" [103]

---

101 جیفری ڈبلیو گروگن: یسوع مسیح از روئے بائبل مقدس، ص۔۱۴۶ تا ۱۴۹ ترجمہ جیکب سموئیل شنوا۔

102 موریس بوکائیے: بائبل قرآن اور سائنس، ص۔۷۱ ترجمہ ثناء الحق صدیقی۔

103 بائبل (KJV) متی ۱۶: ۲۷

پولس کہتا ہے کہ "جب خداوند یسوع اپنے قوی فرشتوں کے ساتھ بھڑکتی ہوئی آگ میں آسمان سے ظاہر ہو گا اور جو خدا کو نہیں پہچانتے اور ہمارے خداوند یسوع کی خوشخبری کو نہیں مانتے اس سے بدلہ لے گا" [104]

یوحنا لکھتے ہیں کہ "یہ سن کر تعجب نہ کرو کیونکہ ایک وقت آرہا ہے جب تمام مردے اُس کی آواز سن کر قبروں میں سے نکل آئیں گے۔ جنہوں نے نیک کام کیا وہ جی اُٹھ کر زندگی پائیں گے جبکہ جنہوں نے بُرا کام کیا وہ جی تو اُٹھیں گے لیکن اُن کی عدالت کی جائے گی" [105]

متی کا بیان ہے کہ "اور وہ اپنے فرشتوں کو بِگل کی اونچی آواز کے ساتھ بھیج دے گا تاکہ اُس کے چنے ہوؤں کو چاروں طرف سے جمع کریں، آسمان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اکٹھا کریں" [106]

عیسیٰؑ کی ذات میں غلو کی مثال:

حضرت مریم علیہ السلام کے بطن اطہر سے پیدا ہونے والے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں نے غلو کرتے ہوئے نہ صرف انھیں خدا کا بیٹا کہا بلکہ ایک عیسائی مصنف جیفری ڈبلیو گروگن لکھتا ہے کہ عیسیٰؑ خدا ہیں، انہیں سجدہ کرنا چاہیے، ان سے دعا مانگنی چاہیے۔

"یہ کہنا درست ہے کہ یسوع مسیح انسان بھی ہے اور انسان سے کہیں بڑھ کر بھی ہے۔ مگر یہی کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ اور آگے بڑھیں اور اسے سب کا خداوند قرار دیں"۔

---

104 بائبل(KJV) ۲۔ تھسلنیکیوں ۱: ۷۔۸

105 بائبل(KJV) یوحنا ۵: ۲۸۔۲۹

106 بائبل(KJV) متی ۲۴: ۳۱

"ہمیں صرف یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ انسان سے بڑھ کر ہے بلکہ یہ کہنے سے بھی نہیں ہچکچانا چاہیے کہ وہ خدا سے کم نہیں"۔

"چونکہ وہ خداوند ہے اس لئے کائنات کی ہر چیز اس کے ماتحت ہے"۔

"مسیح نے اپنے بارے میں کہا تھا کہ "میں ہوں" دراصل یسوع دعویٰ کر رہا تھا کہ میں خدا ہوں" [107]

"اگر ہمارا قاری یسوع ناصری میں دلچسپی رکھتا ہے لیکن اس نے یسوع کی تعلیمات اور اس کے کردار کو کبھی خاطر خواہ احترام نہیں دیا، نہ کبھی اس کی پرستش کی، نہ سجدہ کیا اور نہ اپنی زندگی اس کے سپرد کی ہے تو یہ حقائق اس کا فرض یاد دلاتے ہیں کہ نجات دہندہ کے قدموں میں گر کر اپنی ساری زندگی اس کے سپرد کر دے اور اسے خداوند مان لے" [108]

"موعود بادشاہ کی پیدائش اس طرح ہوئی۔ وہ ازلی ہستی وقت یا زمان میں داخل ہوئی۔ قادر مطلق نے ایک ننھے شیر خوار کی صورت اختیار کی۔ جلال کے خداوند نے اپنے جلال کو انسانی جسم کے نقاب سے ڈھانپ لیا۔ "الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے" (کلسیوں ۲: ۹)" [109]

مندرجہ بالا عقائد میں دیکھا جا سکتا ہے کہ کس طرح غلو کر کے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا دیا گیا اور خدا کے تمام اختیارات انھیں دے دیئے گئے۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام خود انجیل میں کہہ چکے ہیں تم اللہ سے مانگو وہ تمہاری دعائیں پوری کرے گا:

"تمہارا باپ تمہارے مانگنے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تم کن کن چیزوں کے محتاج ہو۔ پس تم اس طرح دعا کرو" اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا

---

107 بائبل (KJV) خروج ۳: ۱۴

108 یسوع مسیح از روئے بائبل مقدس، ص۔ ۱۶۵ تا ۱۷۴

109 تفسیر الکتاب، ج۔ ۱، ص ۳۲۔ ۳۳

جائے۔ تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جس طرح آسمان میں پوری ہوتی ہے زمین پر بھی پوری ہو۔ ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر جس طرح ہم نے انہیں معاف کیا جنہوں نے ہمارے گناہ کیے ہیں۔ اور ہمیں آزمائش میں نہ پڑنے دے۔ بلکہ ہمیں ابلیس سے بچائے رکھ "[110]

عیسیٰ علیہ السلام کے حواری (ساتھی):

جب عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغِ دین کے ابتدائی مرحلے میں اپنے بارہ شاگردوں کو چنا۔ جن میں سے چار مچھیرے اور ایک حکومت کے لئے محصول جمع کرتا تھا[111]

عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں اسرائیلی گھرانوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا[112]۔ شاگردوں کے نام ہیں:

بمطابق متی ۱۰ :۳تا۴	بمطابق مرقس ۳: ۱۶تا۱۹	بمطابق لوقا۶: ۱۴تا۱۶
شمعون (پطرس)	شمعون (پطرس)	شمعون
اندریاس	یعقوب بن زبدی	اندریاس
یعقوب بن زبدی	یوحنا	یعقوب
یوحنا	اندریاس	یوحنا
فلپس	فلپس	فلپس
برتلمائی	برتلمائی	برتُلمائی
توما	متی	متی
متی	توما	توما
یعقوب بن حلفی	یعقوب بن حلفی	یعقوب بن حلفی

110 بائبل (KJV) متی ۶: ۸تا۱۳

111 Wikipedia, encyclopedia

112 بائبل (KJV) متی ۱۰: ۶

تدی	تدی	شمعون بن حلفی
شمعون قنانی	شمعون قنانی	یہودا
یہودا اسکریوتی	یہودا اسکریوتی	یہودا اسکریوتی

عیسیٰؑ اور "ابنِ آدم":

اناجیل میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے لیے ابنِ آدم کا لقب اٹھتر (۷۸) دفعہ استعمال کیا ہے[113] جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس سے اپنی بشریت اور عبدیت کے بارے میں بتلانا چاہتے تھے۔ بائبل میں حزقیاہ نبی کو بھی بار بار ابنِ آدم (آدم زاد) کہا گیا ہے[114] اور دانیال نبی کو بھی[115]

پروفیسر ساجد میر لکھتے ہیں کہ "بعض عیسائی" ابنِ آدم" کے اس لقب کو خاص معنیٰ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں، یعنی اس سے خدا کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تجسیم (Christ in incarnate form) مراد لیتے ہیں، مگر محققین نے واضح کیا ہے کہ اصل ارامی زبان میں یہ لفظ برناش یا برناشا تھا، جس کا سیدھا سادا مطلب آدمی یا انسان ہے۔ ارامی سے یونانی اور پھر دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوتے ہوتے "ابنِ آدم" کی شکل میں ایک غیر فطری یونانی اصطلاح (unnatural greek phrase) وجود میں آئی[116]

عیسیٰؑ اور ابن اللہ:

پولوس نے رفع مسیح کے واقعہ کے وقت کہا تھا کہ یہ ابن اللہ تھا "لیکن پاکیزگی کی روح کے اعتبار سے مردوں میں سے جی اٹھنے کے سبب سے قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا ٹھہرا"[117]

---

113 خیر اللہ ایب ایس: قاموس الکتاب، ص۔۱۵

114 بائبل (KJV) حزقی ایل ۲: ۱، ۳: ۱، ۳: ۳

115 بائبل (KJV) دانی ایل ۸: ۱۷

116 ساجد میر: عیسائیت تجزیہ و مطالعہ، ص۔۱۴۷

117 بائبل (KJV) رومیوں ۱: ۴

ابو الاعلیٰ مودودی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "یہ ابن اللہ کا لفظ یقینی طور پر ذاتی ابنیت کی طرف ایک اشارہ اپنے اندر رکھتا ہے جسے پولوس نے دوسری جگہ یسوع کو خدا کا اپنا بیٹا کہہ کر صاف کر دیا ہے۔ اس امر کا فیصلہ اب نہیں کیا جا سکتا کہ آیا وہ ابتدائی عیسائیوں کا گروہ تھا یا پولوس جس نے مسیح کے لفظ "خداوند" کا خطاب اصل مذہبی معنی میں استعمال کیا۔ شاید یہ فعل مقدم الذکر گروہ ہی کا ہو۔ لیکن بلاشبہ وہ پولوس تھا جس نے اس خطاب کو پورے معنی میں بولنا شروع کیا۔ پھر اپنے مدعا کو اس طرح اور بھی زیادہ واضح کر دیا کہ "خداوند یسوع مسیح" کی طرف بہت سے تصورات اور اصطلاحی الفاظ منتقل کر دیے جو قدیم کتب مقدسہ میں خداوند یہواہ (اللہ تعالیٰ) کے لیے مخصوص تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مسیح کو خدا کی دانش اور خدا کی عظمت کے مساوی قرار دیا اور اسے مطلق معنی میں خدا کا بیٹا ٹھہرایا۔ تاہم متعدد حیثیات اور پہلوؤں سے مسیحؑ کو خدا کے برابر کر دینے کے باوجود پولوس اس کو قطعی طور پر اللہ کہنے سے باز رہا"[118]

ایک عیسائی عالم ابنُ اللہ کے مسئلہ پر بحث کے دوران لکھتا ہے کہ "آسمانی باپ" کی ترکیب اس تعلق اور رشتے کی نشان دہی کرتی ہے جو خدا اور اس کی مخلوق کے مابین موجود ہے۔ یہ خدا کو دیئے گئے توصیفی القاب میں سے ایک ہے۔ بلکل اسی طرح خدا یسوع مسیح کو اپنا "بیٹا" کہتا ہے۔ "یہ میرا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں" (متی ۳: ۱۷)۔ چنانچہ انجیل مقصد بیان کرتی ہے کہ یسوع مسیح "ابن خدا" ہیں۔۔۔۔۔۔ ہم جانتے ہیں کہ "ابوت" اور "ابنیت" کی اصطلاحیں مختلف انداز سے مستعمل ہیں۔ مثال کے طور پر محمد علی جناح کو پاکستانی قوم کا باپ (بابائے ملت) اور مہاتما گاندھی کو ہندوستانیوں کا باپ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں مسافر کو ابن السبیل (راہ کا بیٹا) کہا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جناح اور گاندھی

---

118 مودودی ابو الاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص۔ ۸۳۔

اپنی اپنی قوم کے جسمانی باپ ہیں یا راہ نے کسی کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر کے مسافر کو جنم دیا۔

اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں۔ شہر مکہ کو "اُم القریٰ" (بستیوں کی ماں) کہا جاتا ہے (الانعام: ۹۳)۔ آنحضرت ﷺ کے ایک چچازاد بھائی اور داماد حضرت علیؓ ابو تراب (مٹی کا باپ) اور ایک صحابی عمیر بن عامرؓ ابو ہریرہ (بلی کا باپ) کہلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آج بھی بڑے بوڑھے چھوٹوں کو "بیٹا" یا "بیٹی" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ ان کے حقیقی ماں یا باپ نہیں ہوتے "[119]

عقیدہ تثلیث:

یعنی خدا، عیسیٰ اور روح القدس تینوں خدا ہیں اور تینوں مل کر بھی ایک ہی خدا بنتے ہیں۔ عیسائی اسے عقیدہ تثلیث فی التوحید کہتے ہیں یعنی تینوں علیحدہ نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔

"خدا واحد ہے اس کی ذات میں تین اقانیم[120] کی کثرت ہے جو بمنزلہ محلِ صفات ہیں جو جوہر، قدرت، ازلیت میں برابر اور ذات وصفات میں متحد مگر فعل میں متمائز ہیں"[121]

حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عقیدہ نہیں دیا اور یہ عقیدہ اناجیل میں بھی نہیں تھا۔ بعد میں تحریف کے ذریعے اسے کشیدہ کیا گیا ہے

"لفظ تثلیث بائبل میں موجود نہیں۔ اصطلاح تثلیث فی التوحید پہلی مرتبہ دوسری صدی عیسوی کے آخری عشرہ میں طرطلیان نے استعمال کی اور یہ مسئلہ مسیحی علمِ الٰہی

---

119 ایس مسعود (عیسائی): عیسیٰ مسیح کی پیروی کیوں کریں؟، ص۔۹۷، ایم۔ آئی۔ کے لاہور، ۲۰۱۰ء

120 ہر چیز کی اصل بنیاد، دینِ مسیحی میں خدا کا ہر جز (باپ، بیٹے اور روح القدس میں سے ہر ایک کو اقنوم کہتے ہیں) جمع: اقانیم (فیروز اللغات، ص۔۷۴)۔

121 خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔۲۳۴

میں اس شکل میں چوتھی صدی عیسوی میں بیان کیا گیا"[122]

"بائبل مقدس تعلیم دیتی ہے کہ خدا ایک ہی ہے لیکن ذاتِ الٰہی میں تین اُقنُوم ہیں یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔ یہ تینوں اقانیم خدا ہیں"[123]

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی عقیدہ تثلیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "عیسائی عقیدہ تثلیث کی مثال یہ بیان کرتے ہیں کہ "ایک پیسہ میں تین پائیاں ہوتی ہیں اور یہ تینوں مل کر ایک پیسہ بنتی ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوا کہ جب سیدہ مریمؑ اور عیسیٰؑ پیدا ہی نہ ہوئے تھے تو کیا خدا نامکمل تھا اور اگر نامکمل تھا تو یہ کائنات وجود میں کیسے آگئی۔ اور اس پر فرماں روائی کس کی تھی؟ غرض اس عقیدہ کی اس قدر تاویلیں کی گئیں جس کی بناپر عیسائی بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے"[124]

مزید کہتے ہیں کہ "عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے مختلف عقائد ہیں۔ کچھ انہیں تثلیث کا جزو یا تین خداؤں میں سے ایک مانتے ہیں۔ کچھ انہیں اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور کچھ انہیں اللہ ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں اللہ نے حلول کیا اور وہ اللہ ہی کا مظہر تھے۔ ان تینوں اقوال میں جو چیز قدرِ مشترک ہے وہ الوہیتِ مسیح کا عقیدہ ہے۔ یعنی سب فرقے انہیں کسی نہ کسی رنگ میں الٰہ مانتے ہیں"[125]

عقیدہ تثلیث کی تاریخ کے متعلق مولانا حفیظ الرحمٰن سیوھاروی لکھتے ہیں کہ:
"مسیحیت قبول کرلینے کے بعد بت پرستوں پر جو ردِ عمل ہوا اس کے نتیجہ میں سے ایک اہم بات یہ تھی کہ ان کی خواہش یہ رہی کہ وہ کس طرح گذشتہ وثنیت (بت پرستی) کی موجودہ

---

122 خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔ ۲۳۳

123 ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب، ج۔ ۲، ص۔ ۲۴۰ ترجمہ جیکب سموئیل۔

124 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔ ۱، ص۔ ۴۹۱، مکتبۃ السلام، لاہور، رمضان ۱۴۲۸ھ۔

125 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔ ۱، ص۔ ۵۶۸۔

مسیحیت کے ساتھ مطابقت پیدا کریں؟ تا کہ اس طرح قدیم وجدید دونوں ادیان کے ساتھ ربط قائم رہ سکے۔ چنانچہ بقول مولانا ابو الکلام آزاد "اسکندریہ کے فلسفہ آمیز اصنامی تخیل سیر اپیز (SERAPIS) سے تثلیثی وحدت کی اصل لی گئی اور ایزیز (ISIS) کی جگہ حضرت مریم کو اور ہورس (HORS) کی جگہ حضرت مسیح کو دی گئی" اور اس یونانی اور مصری فلسفیانہ وثنیت کی بدولت موجودہ مسیحیت میں الوہیتِ مسیح اور تثلیث "کلیسہ (چرچ)" کا مقبول عقیدہ بن گیا" [126]

حالانکہ بائبل میں بصراحت عیسیٰ علیہ السلام کے انسان اور مخلوقِ خدا ہونے کے نصوص موجود ہیں:۔

"تو اس سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم آسمان کو کھلا اور خدا کے فرشتوں کو اوپر جاتے اور ابن آدم پر اترتے دیکھو گے" [127]

"کیونکہ میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس کا حکم ہمیشہ کی زندگی ہے۔ پس جو کچھ میں کہتا ہو جس طرح باپ نے مجھ سے فرمایا ہے اسی طرح کہتا ہوں" [128]

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہوا اپنے بھیجنے والے سے" [129]۔

آگے وضاحت ہے کہ "جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے" [130]۔

---

126 سیوھاروی محمد حفظ الرحمٰن: قصص القرآن، ج۔۴، ص۔۱۱۵

127 بائبل (KJV) یوحنا، ۱: ۵۱

128 بائبل (KJV) یوحنا ۱۲: ۴۹۔ ۵۰

129 بائبل (KJV) یوحنا ۱۳: ۱۶

130 بائبل (KJV) یوحنا ۱۳: ۲۰

"یسوع نے ان سے کہا میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اور اُس کا کام پورا کروں"[131]

"یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا"[132]

"پس جو معجزہ اس نے دکھایا وہ لوگ اسے دیکھ کر کہنے لگے جو نبی دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے"[133]

اگر ابن اللہ کہنے سے عقیدہ تثلیث ثابت ہوتا ہے تو عہد نامہ جدید میں نیک لوگوں کے لیے ابن اللہ اور بدکاروں کے لیے ابنِ ابلیس کا اطلاق پایا جاتا ہے:

"مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے"[134]

"پس چاہیے کہ تم کامل ہو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے"[135]

"یسوع نے کہا: اگر تم ابراہم کی اولاد ہوتے تو ابراہم کے سے کام بھی کرتے۔۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا: ہم ناجائز اولاد نہیں۔ ہمارا باپ ایک ہی ہے یعنی خدا"[136]

بائبل میں بدکار لوگوں کے لیے ابن ابلیس کا لقب:

"تم اپنے باپ ابلیس کے ہو اور اپنے باپ کی مرضی پر چلنا چاہتے ہو"[137]

مندرجہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کی موجودہ کتابِ مقدس میں سے بھی عقیدہ تثلیث ثابت نہیں ہوتا۔

---

131 بائبل(KJV) یوحنا ۴: ۳۴

132 بائبل(KJV) یوحنا ۴: ۴۳

133 بائبل(KJV) یوحنا ۶: ۱۴

134 بائبل(KJV) متی ۵: ۹

135 بائبل(KJV) متی ۵: ۴۸

136 بائبل(KJV) یوحنا ۸: ۴۰-۴۱

137 بائبل(KJV) یوحنا ۸: ۴۴

خلاصہِ بحث

مختصراً عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی اپنے عقائد کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

"ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں، جو اکیلا باپ ہے، ان تمام چیزوں کا خالق ہے جو دکھائی دیتی ہیں اور جو نہیں دکھائی دیتی اور رب واحد، عیسیٰ مسیح پر ایمان لاتے ہیں، جو اللہ کے سب سے پہلے اور اکلوتے بیٹے ہیں، جسے بنایا نہیں گیا ہے یعنی تمام مخلوقات کی طرح پیدا انہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ خود رب اور خالق ہے، وہ معبود بر حق ہیں جو معبود بر حق کی ذات سے پیدا ہوئے ہیں اور جو ہر کام میں اپنے باپ کی مساوی ہیں، انہیں کے ہاتھوں آسمان و زمین اور تمام چیزوں کی تخلیق ہوئی ہے، انہیں کی ذات سے انسانوں کا وجود ہوا ہے، وہ ہم کو بچانے کے لئے آسمان سے اتر آئے، اور روح القدس اور مریم کے جسم میں داخل ہو گئے، پھر مریم حاملہ ہوئیں اور انہوں نے ان کو جنا، پھر انہیں گرفتار کیا گیا اور تمام انسانوں کے گناہوں کے کفارے میں انھیں سولی دے دی گئی پھر لاش کو کفن دے کر ایک باغ میں دفنا دیا گیا، لیکن تین دن کے بعد وہ قبر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے حواریوں سے ملنے کے بعد آسمان پر چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں جانب جا بیٹھے، وہاں سے دوبارہ زمین پر آنے کے لئے تیار ہیں تا کہ مردوں اور زندوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

ہم ایمان لاتے ہیں، ربِ واحد، روحُ القدس پر جو حق کی روح ہے اور جس کی محبت کی روح اس کے باپ سے نکلی ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں ایک بپتسمہ پر گناہوں کو معاف کرانے کے لئے، اور مقدس، قاصد پادریوں کی جماعت پر اور اپنے ابد ان کے دوبارہ قائم کئے جانے اور ہمیشہ کی زندگی پر"

یہ وہ عقائد ہیں جو عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ان کی کتاب مقدس بائبل بھی ان کا ساتھ نہیں دیتی، جیسا کہ ہم باب سوئم میں بیان کریں گے۔

باب دوئم: عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات

فصل اول: عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات قرآن کی روشنی میں

اخلاق صرف خوش کلامی اور ظاہری حسن وسلوک کا نام نہیں بلکہ انسان کے جملہ اعمال وافعال میں توازن اور راستگی کا نام اخلاق ہے۔یعنی انسانی رویہ، آپس میں میل جول کے آداب واطوار، اگر یہ طور طریقے درست ہوں تو بلا شبہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ ہو گا۔
اخلاق کی تعریف کرتے ہو مولانا صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ:

"خَلق کے معنی ظاہری شکل صورت کے ہیں۔ اور خُلق باطنی شکل وشبیہ کو کہتے ہیں۔ اور باطنی شکل و شبیہ سے مراد سجھاؤ، برتاؤ، خوبی، خصلت، عادت، سیرت، طبیعت، مزاج، وصف، سلیقہ، تمیز، شعور، وقوف اور لیاقت ہے، جب تک انسان کے یہ باطنی اوصاف درست، صحیح اور اعتدال پر نہ ہوں انسان کو انسانیت زیب نہیں دیتی اور اس کی شرافت کے تاج میں آدمیت کے موتیوں کی میناکاری جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے" [138]

دنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی عزت، بزرگی، مرتبہ اور دولت نہیں ہے، فرض کیجئے کہ ایک بہت بڑا عالم ہے، اس کے علم کا سمندر حدود فراموش، اور ناپید کنارے ہیں۔ لیکن اگر اس عالم کی طبیعت کے جو الا مکھی سے بد اخلاقی کا لاوا بہتا ہو تو اس لاوے سے نہ صرف اس کے علم کا سمندر ہی خشک ہو کر کھائیوں، کھڈوں اور غاروں میں تبدیل ہو جائے گا۔ بلکہ عامۃ الناس اور اس عالم کے درمیان نفرت و نفرین کا ایک تپتا ہوا ریگ زار ظہور پذیر ہو گا۔ جس کے نتیجہ میں نہ لوگ اس کے علم سے مستفید ہو سکیں گے۔ اور نہ ہی وہ علم کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو گا۔ اسی طرح سوء خلق کی برائیوں اور خرابیوں کے پیش نظر آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے لئے نیک خلق کس قدر لابدی اور ناگزیر ہے۔ آدمیت اپنے عروج

---

[138] صادق سیالکوٹی: ریاض الاخلاق، ص۔۳۴ تا ۳۵، نعمانی کتب خانہ، لاہور، جنوری ۱۹۸۰ء۔

وارتقاء اور فلاح و بقا کے لئے کس درجہ اخلاق حسنہ کی محتاج ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد اخلاق حسنہ کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اخلاق درست ہوں گے تو افراد و جماعات میں میل جول بڑھے گا۔ ان میں محبت و ہمدردی کو فروغ حاصل ہو گا۔ ایک دوسرے کے نفع و نقصان اور دکھ سکھ کا احساس ترقی کرے گا۔ کش مکش کے اسباب رفتہ رفتہ زائل ہوتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ پورا مجمع انسانیت ایک کنبے کے افراد اور ایک خاندان کے اعضا کی حیثیت میں رہنے سہنے لگے گا۔ ہر قلب میں احترام آدمیت کو صحیح مقام مل جائے گا"[139]

اخلاق کی تعریف میں جہاں انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کی بات ہو گی وہیں اللہ کے حقوق کی ادائیگی لازمی ہے۔ کیونکہ انسان پر سب سے پہلے اللہ کے حقوق کی ادائیگی ہے جس نے اسے پیدا کیا، صحت دی، رزق دیا۔ اس لئے لازمی ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اور پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں، آسمان و زمین پیدا کیے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ بندے اللہ کو پہچانیں، اس کی عبادت کریں توحید پر قائم رہیں اور توحید کا حق بجالائیں۔ دنیا میں صرف اسی کا دین پھیلے اور صرف اس کی اطاعت کی جائے اور بندوں کو صرف اسی کی دعوت دی جائے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[140]

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ

139 ابو الکلام آزاد: پیغمبرِ اسلام ﷺ کی سیرت کے عملی پہلو، ص ۳۳، اسلامیکا فاؤنڈیشن، کراچی، ۲۰۰۰ء

140 القرآن: الذاریات ۵۱ : ۵۶

وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ [141]

"اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان میں ہے اس کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے اور قیامت تو ضرور آکر رہے گی تو تم (ان لوگوں سے) اچھی طرح سے درگزر کرو"۔

ابنِ القیم الجوزیہ لکھتے ہیں کہ:

"ان آیات میں اللہ یہ خبر دیتا ہے کہ خلق وامر سے اس کا مقصد یہ ہے کہ ذاتِ خداوندی کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ پہچانا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ کسی کو اس کا شریک ومثل نہ گردانہ جائے اور لوگ قسط وعدل پر قائم رہیں، جس قسط وعدل سے زمیں وآسمان قائم ہیں۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ [142]

"ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو(یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کی غرض یہ کہ قسط یعنی عدل پر قائم رہیں اور ظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا عدل یہ ہے کہ بندے توحید پر قائم رہیں۔ توحید راس العدل ہے اور دنیا میں توحید سے ہی عدل قائم ہو سکتا ہے اور شرک بڑے سے بڑا ظلم ہے اور دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں چنانچہ اللہ

---

141 القرآن:الحجر ۱۵: ۸۵

142 القرآن:الحدید۵۷: ۲۵

کا ارشاد ہے:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ [143]

"بے شک شرک ظلم عظیم ہے"۔

اور واقعہ یہ ہے کہ تمام مظالم سے بڑا اور خطرناک ظلم شرک ہے اور توحید تمام عدلوں سے بڑا عدل ہے اور جو امور اس اہم مقصد یعنی توحید کے خلاف اور منافی ہوں گے وہ کبیرہ گناہ ہوں گے " [144]

اللہ کو عملی طور پر ایک ماننے سے انسانی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ انسانی معاشرت یا اجتماعی زندگی کی بنیاد عدل اور صحیح مساوات پر قائم ہے اور کامل عدل اور صحیح مساوات وحدتِ معبود اور وحدتِ آدم کے بغیر ممکن نہیں۔ توحید کے ماننے سے انسانی زندگی بالکل بدل جاتی ہے۔ ان میں سے چند کا مختصر اًذکر درج ذیل ہیں:

۱۔ توحید کا انسان کی انفرادی زندگی پر سب سے نمایاں اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ اُسے آزادی و حریت کے اس بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے جس کا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے مستحق ہے۔ تمام کائنات انسان ہی کے لئے پیدا کی گئی۔ لیکن جب تک انسان توحید سے واقف نہ ہو اس وقت تک وہ اتنا پست، ذلیل وخوار ہوتا ہے کہ وہ اپنی زیرِ فرمان چیزوں کے سامنے جھکتا ہے انہیں اپنا آقا اور حاجت روا سمجھتا ہے۔ اس کے مقابلہ پر عقیدۂ توحید اسی پست انسان کو انتہائی خود دار اور باعزت بنا دیتا ہے۔

۲۔ اگر انسان میں خود داری ہی باقی نہ رہے تو انسانی زندگی کا واسطہ تمدنی زندگی سے

---

143 القرآن:القمان ۳۱ :۱۳

144 ابن القیم الجوزیہ محمد بن ابی بکر: دوائے شافی، ص۔ ۳۱۵ ترجمہ محمد اسماعیل گودھری ،دار الابلاغ،لاہور ،اکتوبر۔۲۰۰۶ء

ٹوٹ جائے اور زندگی وبال بن جائے اس لئے عقیدہ توحید اُسے غرور و تکبر سے باز رکھتا ہے اور اس میں مناسب انکسار و تواضع پیدا کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے سو اللہ کا دیا ہوا ہے اور جس طرح دینے پر قادر ہے اسی طرح چھین لینے پر بھی قادر ہے۔

۳۔ توحید کا عقیدہ رکھنے والا کبھی تنگ نظر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ایسے خدا کا ماننے والا ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ مشرق و مغرب کا مالک اور تمام جہان کا پالنے والا ہے۔ اس ایمان کے ساتھ کائنات کی کوئی چیز اُسے غیر فطری نظر نہیں آتی اور اپنی طرح ایک ہی مالک کی ملکیت نظر آتی ہے۔

۴۔ عقیدۂ توحید پر ایمان لانے والا یہ بات اچھی طرح سمجھ لیتا ہے کہ پاکیزگیٔ نفس اور نیک اعمال کے علاوہ اس کی نجات اور فلاح کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے چونکہ وہ ایک ایسے اللہ پر یقین رکھتا ہے جو بے نیاز ہے۔

۵۔ عقیدۂ توحید رکھنے والا کسی حال میں مایوس اور بر داشتہ خاطر نہیں ہوتا کیونکہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا معبود زمین و آسمان کے تمام خزانوں کا مالک ہے جس کا فضل و کرم بے حد اور بے حساب ہے۔

۶۔ اس عقیدہ سے انسان میں قناعت اور بے نیازی کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور وہ رشک و حسد جیسے رکیک جذبات سے پاک ہو جاتا اور سمجھتا ہے کہ رزق اللہ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے زیادہ اور جس کو چاہے کم دے۔

۷۔ یہ عقیدہ انسان میں عزم و حوصلہ اور صبر و توکل کی زبردست قوت و طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ صبر و توکل سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ مومن کوشش کو چھوڑ بیٹھے اور ہاتھ پاؤں نہ ہلائے بلکہ یہ سمجھنا کہ اچھے مقاصد کے لئے جدوجہد اللہ کی خوشنودی

کا سبب ہے اور اس میں کامیابی کا انحصار قادرِ مطلق کی مرضی پر ہے۔

۸۔ یہ عقیدہ انسان کو بہادر اور دلیر بنا دیتا ہے کیونکہ انسان کو دو چیزیں ہی بزدل بناتی ہیں ایک تو جان و مال اور اہل و عیال کی محبت، دوسرے یہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا مارنے اور جلانے والا ہے۔ عقیدہ توحید یہ خیال اور اندیشہ اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ پہلی بات تو اس کے دل میں یہ جم جاتی ہے کہ ہر چیز کا مالک و مختار اللہ ہی ہے۔ دوسری چیز یہ کہ جان لینے کی قدرت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

۹۔ یہ عقیدہ انسان کو خدا کے قانون کا پابند بنا دیتا ہے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ ہر پوشیدہ اور ظاہر سے باخبر ہے۔ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، یہ یقین جتنا مستحکم ہو گا اتنا ہی وہ اپنے خدا کے احکام کا مطیع و فرمانبردار ہو گا[145]۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے مختلف اوقات و اقوام میں اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور انسانوں کے لیے تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا۔ ان انبیاء کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اور حضرت محمد ﷺ تک پہنچتا ہے۔ قرآن مجید نے ان انبیاء کی دعوت کے بنیادی مقاصد اور اہم نکات بیان کیے ہیں۔ انھی انبیاء و رُسل میں سے بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے ایک رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ گو بڑا مختصر تھا (اڑھائی یا تین سال)، مگر انھوں نے اس مختصر عرصے میں تعلیمات کے وہ نقوش چھوڑے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان عظیم الشان (اولوالعزم) انبیائے کرام میں سے ہیں، جن کا ذکر قرآن نے بطور خاص کیا ہے [146] اور جن کی تعلیمات کا بار بار حوالہ دیا ہے۔ قرآن کریم

[145] عبدالقیوم ناطق: صراط مستقیم، ص۔۱۲۰۔۱۲۱، طاہر سنز کراچی، اکتوبر ۱۹۹۲ء

[146] القرآن: الاحزاب ۳۳: ۷

ایک طرف تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت ورفعت کو اجاگر کرتا ہے تاکہ ان کے متعلق یہودیوں کی پھیلائی ہوئی بدگمانیوں کا قلع قمع ہو، اور دوسری طرف ان لوگوں کی شدید مذمت کرتا ہے، جنھوں نے انھیں خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس کے برعکس قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صاف ستھری تعلیمات کا بار بار حوالہ دیتا ہے، جن سے عقیدۂ توحید، رسالت اور معاد کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے "[147]

قرآن نے متعدد مقامات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو کیا تعلیم دی تھی۔

[147] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج۔۲، ص۔۳۷۱

توحید باری تعالیٰ

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ [148]

"اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیاتونے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو تم معبود بنالینا؟ وہ جواب دیں گے کہ اے اللہ تیری ذات پاک ہے مجھے جس بات کے کہنے کا حق نہ تھا، میں کیسے کہہ دیتا؟ میں نے اگر کہاہو تو تو خوب جانتا ہے۔ میرے دل کی باتیں تجھ پر بخوبی روشن ہیں۔ہاں تیرے جی میں جو ہے، وہ مجھ سے مخفی ہے۔ تو تو تمام تر پوشیدگیوں کو خوب خوب جاننے والا ہے"

امام ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ: جن لوگوں نے مسیح پرستی یامریم پرستی کی تھی، ان کی موجودگی میں قیامت کے دن اللہ تبارک تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا کہ کیاتم ان لوگوں سے اپنی اور اپنی والدہ کی پوجاپاٹ کرنے کا کہہ آئے تھے؟ اس سوال سے مردود نصرانیوں کوڈانٹ ڈپٹ کرنا اور ان پر غصے ہونا ہے تاکہ وہ تمام لوگوں کے سامنے شرمندہ اور ذلیل وخوار ہوں" [149]

---

[148] القرآن:المائدہ ۵ :۱۱۶

[149] ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: تفسیر القرآن العظیم، ج۔۲، ص۔۱۴۳ ترجمہ محمد جوناگڑھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ [150]

"کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے"

" ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت بھی بعینہ وہی تھی جو دوسرے تمام انبیاء کی رہی ہے۔ مثلاً:

۱۔ پروردگار یعنی مقتدر اعلیٰ صرف اللہ کی ذات ہے۔ لہذا وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے۔ اس لحاظ سے عیسائیوں کا عقیدہ الوہیتِ مسیح غلط قرار پاتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ کی حیثیت سے نبی کی اطاعت کی جائے اور ہر نبی کی دعوت یہی رہی ہے۔

۳۔ حلت و حرمت اور جواز وعدم جواز کے اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہذا جو باتیں تم نے خود اپنے اوپر حرام قرار دے رکھی ہیں۔ میں اللہ کے حکم سے انہیں حلال قرار دے کر تمہیں ایسی ناجائز پابندیوں سے آزاد کرتا ہوں۔ نیز آپ نے اللہ کے حکم سے یہود پر ہفتہ کے دن کی پابندیوں میں بہت حد تک تخفیف کر دی۔ مگر یہود کی اصلاح نہ ہو سکی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں آگے بڑھتے ہی چلے گئے " [151]

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"پس در حقیقت حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور حضرت محمد ﷺ اور دوسرے

---

150 القرآن: آلِ عمران ۳ :۵۱

151 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔۱، ص۔۲۶۷

انبیاء کے مشن میں یک سرِ مو فرق نہیں ہے۔ جن لوگوں نے مختلف پیغمبروں کے مشن مختلف قرار دیے ہیں اور ان کے درمیان مقصد و نوعیت کے اعتبار سے فرق کیا ہے انھوں نے سخت غلطی کی ہے۔ مالک الملک کی طرف سے اس کی رعیت کی طرف جو شخص بھی مامور ہو کر آئے گا اس کے آنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ رعایا کو نافرمانی اور خود مختیاری سے روکے، اور شرک سے (یعنی اس بات سے کہ وہ اقتدارِ اعلیٰ میں کسی حیثیت سے دوسروں کو مالک الملک کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اور اپنی وفاداریوں اور عبادت گزاریوں کو ان میں منقسم کریں) منع کرے اور اصل مالک کی خالص بندگی و اطاعت اور پرستاری ووفاداری کی طرف دعوت دے۔

افسوس ہے کہ موجودہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کے مشن کو اس وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا جس طرح قرآن میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم منتشر طور پر اشارات کی شکل میں وہ تینوں بنیادی نکات ہمیں اس کے اندر ملتے ہیں مثلاً یہ بات کی مسیح صرف اللہ کی بندگی کے قائل تھے ان کے ارشاد سے صاف ظاہر ہوتا ہے:

"تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" [152]

اور صرف یہی نہیں کہ وہ اس کے قائل تھے بلکہ ان کی ساری کوششوں کا مقصد یہ تھا کہ زمین پر خدا کے امرِ شرعی کی اسی طرح اطاعت ہو جس طرح آسمان پر اس کے امرِ تکوینی کی اطاعت ہو رہی ہے:

"تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے
زمین پر بھی ہو" [153]

پھر یہ بات کہ مسیح علیہ السلام اپنے آپ کو نبی اور آسمانی بادشاہت کے نمائندے

---

152 بائبل (KJV) متی ۴: ۱۰

153 بائبل (KJV) متی ۶: ۱۰

کی حیثیت سے پیش کرتے تھے اور اسی حیثیت سے لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف دعوت دیتے تھے جو کہ ان کے متعدد اقوال سے معلوم ہوتی ہے"[154]۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی دعوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ۔[155]

"کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (اسکو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہلِ کتاب) تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب (اللہ) پڑھتے پڑھاتے ہو"۔

یعنی انبیاء وصالحین نے صرف اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا نہ کہ اپنی عبادت کا۔ اس آیت سے نصاریٰ کے اس عقیدہ کی نفی ہو رہی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو الٰہ یا اللہ کا بیٹا کہا۔

"اس آیت سے ایسی تمام باتوں کی جامع تردید ہے جو مختلف قوموں نے پیغمبروں کی طرف منسوب کر کے اپنی مذہبی کتابوں میں شامل کر دی ہیں۔ جن کی رو سے کوئی پیغمبر یا فرشتہ معبود قرار پاتا ہے۔ ان آیات میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے کہ گو ایسی تعلیم جو اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی سکھاتی اور بندے کو خدا

---

154 مودودی ابوالاعلیٰ سید: تفہیم القرآن، ج۔۱، ص۔۲۵۴ ، ادارہ ترجمان القرآن،لاہور، دسمبر۱۹۹۷ء

155 القرآن: آلِ عمران ۳ :۷۹

کے مقام تک لے جاتی ہو، وہ ہر گز کسی پیغمبر کی تعلیم نہیں ہو سکتی اور جہاں کسی مذہبی کتاب میں کوئی ایسی بات پائی جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ گمراہ کن عقیدہ لوگوں کی تحریفات کا نتیجہ ہے" [156]

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ۔ [157]

"بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جن کا قول ہے کہ مسیح بن مریم ہی اللہ ہے۔ حالانکہ خود مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اللہ اس پر قطعاً جنت حرام کر دیتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے، گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں"

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی اس آیت کے ذیل میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے مختلف عقائد ہیں۔ کچھ انہیں عقیدہ تثلیث کا جزو یا تین خداؤں میں ایک مانتے ہیں۔ کچھ انہیں اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور کچھ انہیں اللہ ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں اللہ نے حلول کیا اور وہ اللہ ہی کا مظہر تھے۔ ان تینوں اقوال میں جو چیز قدرِ مشترک ہے وہ الوہیتِ مسیح کا

---

156 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔۱، ص۔۲۸۲

157 القرآن :المائدہ ۵ :۷۲

عقیدہ ہے۔ یعنی سب فرقے انہیں کسی نہ کسی رنگ میں الہٰ مانتے ہیں اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو خود کہتے تھے کہ "صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگا ہے"۔ یعنی وہ خود اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ "میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور اس کا بندہ ہوں" اب جو شخص کسی کا بندہ ہو، وہ اس کا شریک نہیں ہو سکتا اور جو شریک ہو وہ اس کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عقل کے ناخن لو اور انہیں اللہ کا شریک بنانے سے باز آجاؤ۔ کیونکہ جو شخص بھی کسی کو اللہ کا شریک بنائے گا اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلنا پڑے گا۔ پھر انہیں وہاں نہ عیسیٰ علیہ السلام بچا سکیں گے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص ان کی کسی طرح مدد کر سکے گا" [158]

ابن قیم الجوزیہ عیسائیوں کے مسیح علیہ السلام کو خدا کہنے کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر گمراہ، صلیب پرست، بت پرست، تصویر پرست نصاریٰ مسلمانوں پر عیب لگاتے ہیں تو کیا اس قوم کو شرم نہیں آتی، جس کے دین کی بنیاد ہی خرافات و لغویات پر ہے مثلاً ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ رب العزت اپنے عرش اور عظمت کی کرسی سے اتر کر ایک عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو گیا جو عورت کھاتی، پیتی، پیشاب پاخانہ کرتی ہے، حائضہ ہوتی ہے اس کے پیٹ میں اس نے نو ماہ کا وقفہ گزارا، جہاں پاخانہ، پیشاب، حیض کے خون میں لوٹتا رہا، پھر ایک دور آیا کہ اس کی پیدائش ہوئی اور چارپائی پر پڑا رہنے لگا، اور جب جب رونا شروع کیا، ان کی ماں نے اپنی چھاتی اس کے منہ میں ڈال دی، پھر ایک دور آیا کہ وہ بچوں کے ساتھ مکتب جانے لگا، اس کے بعد وہ نازک گھڑی آئی جب کہ اس کے چہرہ پر مارا گیا اس کے سر پر پٹائی ہوئی، اس کے چہرہ پر تھوکا گیا، اس کے سر کی کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی، اس کے

158 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔۱، ص۔۵۶۸

ہاتھ میں بانس دی گئی تا کہ خوب اس کی رسوائی ہو، پھر اسے سولی پر چڑھایا گیا، اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور ان پر کیلیں نصب کی گئیں، پھر پھانسی دی گئی، وہ تکلیف سے چیخ رہا تھا اور لوگوں سے فریاد کر رہا تھا۔

ان کے نزدیک یہی وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، جو روزی اور عمریں تقسیم کرتا ہے لیکن اس نے اپنے بندوں پر رحم کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کر دیا تھا، تا کہ وہ اس کو خوب تکلیفیں دے لیں اور جہنم کے عذاب کے مستحق ہو جائیں اور اس کے بدلے انبیاء و رسل اور اولیاء ابلیس کی قید سے آزاد ہو جائیں کیونکہ ان کے نزدیک حضرت آدم حضرت ابراہیم، حضرت نوح اور تمام انبیاء کی روحیں جہنم میں ابلیس کی قید میں تھیں، مگر اللہ نے خود اپنے نفس کو سولی دلا کر اس کے بدلہ ان کو آزاد کرا دیا ہے" [159]۔

---

159 ابن القیم الجوزیہ محمد بن ابی بکر: یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں، ص۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵ ترجمہ زبیر احمد۔

عقیدہ تثلیث اور اس کا ابطال

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ [160]

"وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے"۔

مندرجہ بالا آیت میں عیسائیوں کے خود ساختہ عقیدہ تثلیث (Trinity) یعنی اللہ ،عیسیٰ اور روح القدس یا مریم علیہا السلام، یہ تینوں اللہ ہیں یا ایک ہی اللہ کے یہ تینوں روپ ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)۔ کے متعلق واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ اللہ صرف ایک ہے یعنی :لا الٰہ الا اللہ یعنی اللہ ایک ہی ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں نہ حضرت آدم، ابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام اور نہ ہی حضرت محمد ﷺ۔ عبادت کی جائے گی تو صرف ایک اللہ کی۔

عیسائیوں نے یہ عقیدہ خود اپنی طرف سے گھڑ لیا جبکہ اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ موجودہ انجیل جو تحریف شدہ ہے اس میں بھی ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عقیدہِ تثلیث دیا ہے۔

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں کہ:

" متی، مرقس اور لوقا کی انجیلوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے الٰہ ہونے کی گنجائش

---

160 القرآن: المائدہ ۵:۷۳

نہیں خود عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک انسان ہی کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ تثلیث اور الوہیت مسیح کا عقیدہ چوتھی صدی عیسوی میں رائج ہوا۔ اس عقیدہ کی بنیاد تو یونانی فلسفہ کے افکار و نظریات پر اٹھائی گئی تھی جیسا کہ آج کل بعض مسلمان بھی اسی فلسفہ کے مسئلہ عقول عشرہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور کا حصہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسے نظریات عموماً پیروں فقیروں میں فروغ پاتے ہیں۔ انبیاء کے متعلق ایسے نظریات عموماً ان کی عقیدت و محبت میں افراط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جو انسان کو اللہ کے مقام تک جا پہنچاتے ہیں یہ صریح شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کہیں کافر فرمایا ہے اور کہیں مشرک۔ چنانچہ رسول اللہ نے اپنی وفات سے پیشتر جو نہایت اہم وصیتیں اپنی امت کو کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ:

لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى بن مريم عليه السلام فإنما أنا عبد الله ورسوله[161]۔

"مجھے ایسا نہ بڑھانا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا تھا۔ میں تو بس اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے عقیدہ تثلیث کے رد کی واضح دلیل دی کہ:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ۔[162]

---

[161] بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب اللہ تعالیٰ نے فرمایا مریم کا ذکر کر جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہوئی، ج۔۴، ح۔۳۴۳۸، ص۔۱۶۷

[162] القرآن: المائدہ ۵ :۷۵

"مسیح ابن مریم ایک رسول ہی تھے، جن سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں اور اس کی والدہ راست باز تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھئے ہم ان کے لیے کیسے واضح دلائل پیش کرر ہے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ لوگ کدھر سے بہکائے جارہے ہیں؟"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں تین واضح دلائل پیش فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) عیسیٰ کی الوہیت کی تردید میں دلائل:۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے، اللہ نہیں تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی ذات اللہ بھی ہو اور اللہ کا رسول بھی۔ علاوہ ازیں یہ کہ ان سے پہلے کئی رسول انہیں جیسے گزر چکے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان رسولوں کے بعد آئے بالفاظ دیگر وہ حادث تھے قدیم نہ تھے جبکہ اللہ کی ذات قدیم ازلی، ابدی اور حوادث زمانہ یا اس کے تغیرات سے ماوراء ہے لہذا جو چیز یا جو ذات حادث ہو وہ الٰہ یا اللہ نہیں ہو سکتی۔

(۲) الوہیت مسیح اور والدہ مسیح کی تردید میں چار عقلی دلائل:۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ 'ان کی ماں راست باز تھی' اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی جو یہودی ان پر زنا کا الزام لگاتے ہیں وہ جھوٹے اور بکواسی ہیں اور دوسرے یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بھی تھی جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ آپ اس کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے ان کی ماں کو وضع حمل کے وقت ایسی ہی دردیں شروع ہوئیں جو عام عورتوں کو ہوا کرتی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اسی فطری اور عادی طریقہ سے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں جیسے عام انسان پیدا ہوتے ہیں۔ لہذا عیسیٰ علیہ السلام نہ خود الٰہ ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی والدہ کیونکہ اس قسم کی باتیں اللہ کے لیے سزاوار نہیں۔

(۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ 'وہ دونوں کھانا کھاتے تھے' یعنی وہ اپنی زندگی کو قائم اور

باقی رکھنے کے لیے کھانے کے محتاج تھے اور جو خود محتاج ہو وہ الٰہ یا اللہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ ہر طرح کی احتیاج سے بے نیاز ہے۔ پھر جو شخص کھانا کھاتا ہے اس کے اندر سے پاخانہ، پیشاب اور گندی ہوا جیسے فضلات اور نجاستوں کا اخراج بھی ہوتا ہے اور یہ سب ایسی نجاستیں ہیں جن سے طہارت لازم آتی ہے۔ پھر اگر یہی کھانا کسی انسان کے اندر جا کر رک جاتا ہے یا کوئی اور خرابی پیدا کر دیتا ہے تو انسان بیمار اور پریشان حال ہو جاتا ہے جب تک ایسے عوارضات کا علاج نہ کیا جائے۔ لہذا جو شخص کھانا کھاتا ہے وہ اللہ یا الٰہ نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے بھی سیدنا عیسیٰ اور ان کی والدہ دونوں کی الوہیت کا عقیدہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ ان عام فہم اور موٹی موٹی باتوں کے باوجود بھی اگر یہ لوگ سیدنا عیسیٰ کو الٰہ سمجھیں تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی عقل جواب دے گئی ہے۔واضح رہے کہ جب عقیدہ تثلیث وضع کیا گیا تو اس کے تین ارکان یا عیسائیوں کی اصطلاحی زبان میں تین اقنوم باپ، بیٹا اور روح القدس تھے لیکن کچھ مدت بعد ان میں سے روح القدس کو خارج کر کے اس کی جگہ مریم کو داخل کیا گیا گویا نئے عقیدہ تثلیث کے مطابق اس کے تین اقنوم۔ باپ، بیٹا اور ماں قرار پا گئے۔

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کی اس گمراہی کا سبب یہ بتایا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں غلو کیا یعنی وہ عقیدت میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ انھیں ہی خدا بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ۔[163]

"کہو کہ اے اہل کتاب !اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ

[163] القرآن:المائدہ۵ :۷۷

کرو' اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور اکثروں کو بھی گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے"۔

اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کی وجہ بیان کی اور ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ خود عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے انسان ہونے پر کوئی عار محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ارشاد ہوا کہ:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (171) لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا (172) [164]

"اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ) خدا کے رسول اور کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور (یہ) نہ کہو (کہ خدا) تین (ہیں۔ اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ خدا ہی

---

[164] القرآن: النساء ۴ : ۱۷۱ - ۱۷۲

معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور خدا ہی کارساز کافی ہے۔ مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندہ ہوں اور نہ مقرب فرشتے عار رکھتے ہیں اور جو شخص خدا کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو خدا سب کو اپنے پاس جمع کرلے گا"۔

غلو کا معنیٰ ایسا مبالغہ ہے جو غیر معقول ہو۔ خواہ یہ مبالغہ افراط کی جانب ہو یا تفریط کی جانب۔ جیسے عیسیٰ کے متعلق نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے بیٹے تھے اور اس کے بالکل برعکس یہود کا یہ عقیدہ کہ وہ نبی نہ تھے بلکہ یہود (معاذ اللہ) انہیں ولد الحرام سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر انہوں نے آپ کو سولی پر چڑھانے میں اپنی کوششیں صرف کر دیں۔ گویا ایک ہی رسول کے بارے میں غلو کی بنا پر اہل کتاب کے دونوں بڑے فرقے گمراہ ہو گئے۔

آیت کے دوسرے حصہ میں نصاریٰ کو خطاب کیا جارہا ہے کہ کبھی تو تم عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہو اور کبھی تین خداؤں میں سے تیسرا حالانکہ انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کے متعلق وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی عیسیٰ اللہ کا کلمہ تھے اور اس کی طرف سے روح تھے۔ عیسائیت پر جب فلسفیانہ اور راہبانہ موشگافیاں غالب نظر آنے لگی تو لفظ کلمہ کو اللہ کی ازلی صفت سمجھا جانے لگا جبکہ لفظ کلمہ کو جو فرمان الٰہی یا لفظ کن کا ہم معنی تھا۔

" اور یہ سمجھا گیا کہ اللہ کی یہ ازلی صفت ہی سیدنا مریم کے بطن میں متشکل ہو کر عیسیٰ کی صورت میں نمودار ہوئی۔ اور 'اس کی طرف سے روح' کا معنی یہ سمجھا گیا کہ اللہ کی روح ہی عیسیٰ کے جسم میں حلول کر گئی تھی اس طرح عیسیٰ کو اللہ کا ہی مظہر قرار دے دیا گیا اور ان غلط عقائد کو پذیرائی اس لیے حاصل ہوئی کہ عیسیٰ کو جو معجزات دیئے گئے تھے ان سے

ان کے عقائد کی تائید ہو جاتی تھی۔ حالانکہ بے شمار ایسی باتیں بھی موجود تھیں جن سے ان کے عقائد کی پرزور تردید ہوتی تھی۔ مثلاً انجیل میں صرف ایک اللہ کے الٰہ ہونے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ نیز سیدنا عیسیٰ اور ان کی والدہ دونوں مخلوق اور حادث تھے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے اور انہیں وہ تمام بشری عوارضات لاحق ہوتے تھے جو سب انسانوں کولاحق ہوتے ہیں۔ پھر عیسیٰ اپنی ذات کو سولی پر چڑھنے اور ایسی ذلت کی موت سے بچا نہ سکے تو وہ خدا کیسے ہو سکتے تھے۔ پھر سیدنا عیسیٰ اور ان کی والدہ دونوں خود بھی ایک اللہ کی عبادت کرتے رہے اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے رہے یہ سب باتیں ان کی خدائی کی پرزور تردید کرتی ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث ایسا گورکھ دھندا ہے جس کو وہ خود بھی دوسرے کو سمجھا نہیں سکتے اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ خدا، عیسیٰ اور روح القدس تینوں خدا ہیں اور یہ تینوں خدا مل کر بھی ایک ہی خدا بنتے ہیں یعنی وہ توحید کو تثلیث میں اور تثلیث کو توحید میں یوں گڈ مڈ کرتے ہیں کہ انسان سر پیٹ کے رہ جائے اور پھر بھی اسے کچھ اطمینان حاصل نہ ہو۔ مثلاً وہ اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ ایک پیسہ میں تین پائیاں ہوتی ہیں اور یہ تینوں مل کر ایک پیسہ بنتی ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوا کہ جب سیدہ مریم اور عیسیٰ پیدا ہی نہ ہوئے تھے تو کیا خدا نامکمل تھا اور اگر نامکمل تھا تو یہ کائنات وجود میں کیسے آگئی۔ اور اس پر فرماں روائی کس کی تھی؟ غرض اس عقیدہ کی اس قدر تاویلیں پیش کی گئیں جن کی بنا پر عیسائی بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے۔ پھر بھی ان کا یہ عقیدہ لاینحل ہی رہا اور لاینحل ہی رہے گا"[165]۔

اللہ تعالیٰ عقیدہ تثلیث کی گمراہی بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ تین خدا کہنے سے باز آجاؤ، صفات الٰہی میں موشگافیوں سے باز آجاؤ کیونکہ یہ وہ راستہ ہے جو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔

---

165 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔۱، ص۔۴۹۰

"واضح رہے کہ صفات الٰہی سے متعلقہ آیات متشابہات سے تعلق رکھتی ہیں جن کے متعلق یہ حکم ہے کہ ان کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے۔ کیونکہ ان پر نہ اوامر ونواہی کا دارومدار ہوتا ہے اور نہ حلت و حرمت کا، نہ ہی انسانی ہدایت سے ان کا کچھ تعلق ہوتا ہے۔ لہذا انہیں جوں کا توں ہی تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ بھی اللہ ہی کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ نیز ایسی آیات کے پیچھے وہی لوگ پڑتے ہیں جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہوتی ہے۔ لہذا اے گروہ نصاریٰ! تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ وحی الٰہی کو جوں کا توں مان لو اور ان موشگافیوں سے باز آجاؤ اور وحی الٰہی یہی ہے کہ صرف اللہ اکیلا ہی الٰہ ہے، اسے کسی بیٹی بیٹے کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ ایسی باتوں سے پاک وصاف ہے"[166]۔

ان آیات کے اخیر میں اللہ نے یہ باور کروادیا کہ اللہ کو کسی چیز کی حاجت نہیں اور اگر اولاد ہوتی تو وہ اس کی ہمسر ہوتی جبکہ ہر چیز تو اس کی مملوک ہے اور اللہ ہر چیز کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ جب عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی کائنات چلارہا تھا تو اب اسے اپنا بیٹا بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی، لہذا کچھ تو سوچ سمجھ سے کام لو

اِبنیتِ مسیح کی تردید

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ پیغمبر اور انسان تھے مگر عیسائیوں نے انکی محبت میں غلو کرتے ہوئے ان کی معجزانہ پیدائش کی وجہ سے انہیں اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ (34)
مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا

166 کیلانی عبدالرحمٰن: تیسیر القرآن،، ج۔۱، ص۔۴۹۱

فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ(35) [167]

"یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچ بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ خدا کو سزاوار نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے وہ پاک ہے جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں جو وہ اپنے لیے بیٹا بنائے۔ اللہ تو جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا کہنا ہی کافی ہوتا ہے اور وہ عمل ہو جاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینے اور موجودہ عیسائیت کے عقائد کے بارے میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور اس کے بندے پھر اپنے نفس کی پاکیزگی بیان فرماتا ہے کہ اللہ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ یہ جاہل عالم جو افواہیں اڑا رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ پاک اور دور ہے وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اسے سامان اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی فرما دیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے۔ ادھر حکم ہوا ادھر چیز تیار موجود۔ جیسے فرمان ہے (إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ [168]) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک مثل آدم علیہ السلام کی ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جا اسی وقت وہ ہو گیا یہ بالکل سچ ہے اور اللہ کا فرمان ہے تجھے اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرتے رہو۔ سیدھی راہ جسے میں اللہ کی جانب سے لے کر آیا ہوں

---

[167] القرآن: مریم ۱۹: ۳۴ تا ۳۵

[168] القرآن: آلِ عمران ۳: ۵۹

یہی ہے۔ اس کی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کے خلاف کرنے والا گمراہی پر ہے یہ فرمان بھی آپ کا ماں کی گود سے ہی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے۔ چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں، اللہ کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے اللہ کے ایک بہترین رسول پر بدترین تہمت لگائی۔ اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے لگے کہ یہ تو خود اللہ ہے یہ کلام اللہ کا ہی ہے۔ کسی نے کہا یہ اللہ کا لڑکا ہے کسی نے کہا تین معبودوں میں سے ایک ہے ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہی قول صحیح ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہی ہے اور یہی تعلیم الٰہی ہے۔ کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا مجمع جمع ہوا اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں متنازع ہوئے ایک تو کہنے لگا یہ خود اللہ تھا جب تک اس نے چاہا زمین پر رہا جسے چاہا جلایا جسے چاہا مارا پھر آسمان پر چلا گیا اس گروہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ اللہ کے بیٹے تھے اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ دو جو رہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے۔ پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تم کہو اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں ایک تو اللہ جو معبود ہے۔ دوسرے یہی جو معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبود ہیں۔ یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے ان پر اللہ کی لعنتیں۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور رسول تھے اللہ ہی کا کلمہ تھے اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی

روح۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہی سچے تھے ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر ہو گئے اور آپس میں خوب اچھلے۔ چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھاگئے انہیں دبالیا انہیں مارناپیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین بار عیسائیوں کو جمع کیا آخری مرتبہ کے اجتماع میں ان کے دو ہزار ایک سو ستر علماء جمع ہوئے تھے لیکن یہ سب آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء رکھتے تھے۔ سو کچھ کہتے تو ستر اور ہی کچھ کہتے، پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے، ساٹھ کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا ہر ایک کا خیال دوسرے سے ٹکرا رہا تھا۔ سب سے بڑی جماعت تین سو آٹھ کی تھی۔ بادشاہ نے اس طرف کثرت دیکھ کر کثرت کا ساتھ دیا۔ مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرفداری کی جائے لہذا اس کی پالیسی نے اسے اسی طرف متوجہ کر دیا۔ اور اس نے باقی کے سب لوگوں کو نکلوادیا اور ان کے لئے امانت کبریٰ کی رسم ایجاد کی جو دراصل سب سے زیادہ بدترین خیانت ہے۔ اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علماء سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں داخل کر لیا۔ بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو مسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کرایا اور اسے لوگوں میں رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا۔ جب اس پر ان سب کو رضامند کر لیا تو اب چاروں طرف کلیسا، گرجے اور عبادت خانے بنوانے اور وہاں ان علماء کو بٹھانے اور ان کے ذریعے سے اس اپنی نومولود میسیحت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا۔ شام میں، جزیرہ میں، روم میں تقریبا بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑھی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنوادیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہو گئی۔ اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے حالانکہ ان کا یہ قول غلط ہے اللہ

نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب آسمان پر چڑھالیا ہے۔ یہ عیسائی مذہب کم اختلاف کی ہلکی سی مثال۔ ایسے لوگ جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھیں اس کی اولادیں اور شریک وحصہ دار ثابت کریں گو وہ دنیا میں مہلت پالیں لیکن اس عظیم الشان دن کو ان کی ہلاکت انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اور برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو گو جاری عذاب نہ کرے لیکن بالکل چھوڑتا بھی نہیں۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کوڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی پکڑ نازل ہوتی ہے تو پھر کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہتی یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآن (وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ[169]) تلاوت فرمائی۔ یعنی تیرے رب کی پکڑ کا طریقہ ایسا ہی ہے جب وہ کسی ظلم سے آلودہ بستی کو پکڑتا ہے۔ یقین مانو کہ اس کی پکڑ نہایت المناک اور سخت ہے۔ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ ناپسند باتوں کو سن کر صبر کرنے والا اللہ سے زیادہ کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتلاتے ہیں اور وہ انہیں روزیاں دے رہا ہے اور عافیت بھی۔ خود قرآن فرماتا ہے۔ (وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ[170]) بہت سی بستیوں والے وہ ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر پکڑ لیا آخر لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔ اور آیت میں ہے کہ ظالم لوگ اپنے اعمال سے اللہ کو غافل سمجھیں انہیں جو مہلت ہے وہ اس دن تک ہے جس دن آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی۔ یہی فرمان یہاں بھی ہے کہ ان پر اس بہت بڑے دن کی حاضری نہایت سخت دشوار ہو گی۔ صحیح حدیث میں ہے جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ ایک ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں

---

169 القرآن:ھود ۱۱: ۱۰۲

170 القرآن:الحج ۲۲: ۴۸

اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں اور اسکا کلمہ ہیں جسے حضرت مریم علیہ السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت اور دوزخ حق ہے اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا" ۔[171]

عقیدہ ابن اللہ کتنا سنگین جرم ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد نے فرمایا:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا (88) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (89) تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (90) أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدًا (91) وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا (92) [172]

" اور کہتے ہیں کہ خدا بیٹا رکھتا ہے۔ (ایسا کہنے والو یہ تو) تم بری بات (زبان پر)لاتے ہو. قریب ہے کہ اس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں. کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹا تجویز کیا۔ اور خدا کو شایاں نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے"۔

یہ بات اس قدر سنگین ہے کہ اللہ زمین و آسمان تباہ کر دے مگر یہ اللہ کا حلم ہے کہ اس نے یہ باتیں سن کر نہ صرف برداشت کیا بلکہ ان یہود و نصاریٰ کو مہلت بھی دی کہ شاید یہ لوگ توبہ کر لیں اور سیدھی راہ اختیار کر لیں۔ مگر شیطان نے یہودہ و نصاریٰ کو بری طرح اپنے جال میں جکڑا ہوا ہے۔

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی تیسیر القرآن میں لکھتے ہیں:

---

171 ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: تفسیر القرآن العظیم ترجمہ محمد جوناگڑھی، ج۔۳، ص۔۱۵۹

172 القرآن: مریم۱۹: ۸۸ تا ۹۲

" یہود کے نزدیک عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور دوسرے مشرکین کے دیوتا اور دیویاں سب اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں یا ان کی اولاد ہے۔ گویا ان لوگوں نے اللہ کی نسل ہی چلا دی۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ اس قدر گستاخانہ بات ہے کہ آسمان زمین اور پہاڑ وغیرہ ہول کے مارے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ عجب نہیں۔ اس گستاخی پر اگر اللہ کا غضب بھڑک اٹھے اور زمین و آسمان کے پرخچے اڑ جائیں۔ نظام عالم تباہ و برباد ہو جائے تو سب کچھ ممکن ہے۔ یہ تو محض اس کا حلم ہے جو ایسی بے ہودہ بات سن کر بھی دنیا کو یکدم تباہ نہیں کر رہا"[173]

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے کہ اگر میں عیسیٰ علیہ السلام ان کی والدہ اور ان جیسے اور لوگوں کو ہلاک بھی کر دوں تو کون ہے جو مجھ سے پوچھ سکے۔ جو لوگ کفر کرتے ہیں انھیں یہ بات ذہن میں بیٹھا لینی چاہیے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے بیچ میں ہے سب پر میری بادشاہی ہے، میرا سب پر اختیار ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ [174]

"جو لوگ اس بات کے قائل ہے کہ عیسیٰ بن مریم خدا ہے تو بیشک کافر ہیں (اُن سے) کہہ دو

---

173 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔۳، ص۔۵۵

174 القرآن: المائدہ ۵ :۱۷

کہ اگر خدا عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے؟ اور آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہیں سب پر خدا ہی کی بادشاہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے"۔

عیسائیوں سے عہد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں سے فرما دیا تھا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اور وہ اللہ کی طرف سے دیے گئے کلام کے مطابق تم سے بات کریگا، میری تصدیق کریگا[175]۔ لیکن جب وہ نبی مبعوث ہوا تو نصاریٰ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ یہ تاکید کے ساتھ ان کی کتابوں میں موجود تھا۔ ان کی اس عہد شکنی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ۔[176]

"اور جو لوگ (اپنے تیئں) کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا مگر انہوں نے بھی اس نصیحت کا جو ان کو کی گئی تھی ایک حصہ فراموش کر دیا تو ہم نے ان کے باہم قیامت تک کے لئے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔ اور جو کچھ وہ کرتے رہے خدا عنقریب ان کو اس سے آگاہ کرے گا"

نصاریٰ نے عہد کو توڑ ڈالا اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے، اور اللہ نے ان کے درمیان وہ دشمنی پیدا کر دی کہ اب وہ قیامت تک ایک نہ ہو سکیں گے۔ یہ سب ان کی اپنی حرکتوں کا نتیجہ تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کو تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) سال گزر چکے ہیں مگر اب تک عیسائیوں کے فرقوں میں دشمنی اور عداوت جاری ہے، یہاں

---

175 بائبل (KJV) یوحنا ۱۴: ۷ تا ۱۴

176 القرآن: المائدہ ۵: ۱۴

تک کہ عیسائی فرقوں کا بائبل پر بھی اتفاق نہیں ہے، ہر فرقے کی ایک علیحدہ بائبل ہے اور وہ اسی کو پڑھتا اور عمل کرتا ہے جبکہ دوسرے فرقے والا اسے ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔

برائی سے نہ روکنا اور کفار سے دوستیاں رکھنا موجبِ لعنت ہے

سورہ المائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کفر اور زیادتی کی راہ اختیار کرنے والوں پر لعنت کی:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (78) كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (79) تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ (80) وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُم فَاسِقُونَ (81) [177]

"جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔(اور) برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے۔ بلا شبہ وہ برا کرتے تھے۔ تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے برا ہے(وہ یہ) کہ خدا ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے۔ اور اگر وہ خدا پر اور پیغمبر پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ

---

177 القرآن:المائدہ۵: ۷۸۔۸۱

بناتے لیکن ان میں اکثر بدکردار ہیں"۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی حرکتوں کی وجہ سے ان کے انبیاء ہی کی زبان سے ان پر لعنت کروائی (متی ۲۳ میں عیسیٰ علیہ السلام کی لعنت کا ذکر ہے)۔ بنی اسرائیل اہم برائی جس کا ان آیات میں ذکر ہے کہ وہ برے کاموں سے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے اور کافروں سے دوستی رکھتے ہے۔ کسی معاشرہ میں جب کوئی برائی رواج پاتی ہے تو ابتداً چند لوگ ہی اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کا بروقت اور سختی سے محاسبہ کیا جائے تو برائی رک جاتی ہے لیکن اگر اس سلسلہ میں نرمی کو اختیار کیا جائے تو بدی کا ارتکاب کرنے والوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ بدی سے بچنے والے لوگ نہ صرف یہ کہ بدی کرنے والوں کو روکتے نہیں، بلکہ ان سے میل ملاپ رکھنے اور شیر و شکر بن کر رہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے اس طرح بدی پھیل جاتی ہے یہی وہ وقت ہوتا ہے جب عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے پھر اس عذاب سے نہ بدی کرنے والے بچتے ہیں اور نہ اس بدی سے اجتناب کرنے والے۔ اس آیت میں بتایا یہ گیا ہے کہ جس طرح بدی کا ارتکاب کرنا جرم ہے اسی طرح بدی سے نہ روکنا بھی جرم ہے اور جرم کے لحاظ سے دونوں برابر ہوتے ہیں اور اللہ کی لعنت یا عذاب الٰہی کا اثر اور نقصان دونوں کو یکساں پہنچتا ہے۔

امام ابنِ کثیر رحمتہ اللہ علیہ یہود و نصاریٰ کی اس حرکت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

" ارشاد ہے کہ بنو اسرائیل کے کافر پرانے ملعون ہیں، حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی انہی کے زمانہ میں ملعون قرار پاچکے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے نافرمان تھے اور مخلوق پر ظالم تھے، توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن سب کتابیں ان پر لعنت برساتی آئیں۔ یہ اپنے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کو برے کاموں میں دیکھتے تھے لیکن چپ چاپ بیٹھے رہتے

تھے، حرام کاریاں اور گناہ کھلے عام ہوتے تھے اور کوئی کسی کو روکتا نہ تھا۔ یہ تھا ان کا بد ترین فعل۔ مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

لما وقعت بنو إسرائيل في المعاصي نهتهم علماؤهم فلم ينتهوا فجالسوهم في مجالسهم قال يزيد أحسبه قال وأسواقهم وواكلوهم وشاربوهم فضرب الله قلوب بعضهم ببعض ولعنهم على لسان داود وعيسى بن مريم ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون وكان رسول الله صلى الله عليه و سلم متكئا فجلس فقال لا والذي نفسي بيده حتى تأطروهم على الحق أطرا۔[178]

"بنو اسرائیل میں پہلے پہل جب گناہوں کا سلسلہ چلا تو ان کے علماء نے انہیں روکا۔ لیکن جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو انہوں نے انہیں الگ نہیں کیا بلکہ انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے رہے، جس کی وجہ سے دونوں گروہوں کے دلوں کو آپس میں ٹکرا دیا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے دل بھڑا دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی ان پر اپنی لعنت نازل فرمائی۔ کیونکہ وہ نافرمان اور ظالم تھے۔ اس بیان کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تم پر ضروری ہے کہ لوگوں کو خلاف شرع باتوں سے روکو اور انہیں شریعت کی پابندی پر لاؤ"۔

---

[178] احمد بن حنبل: مسند احمد، باب عبداللہ بن مسعود، ج۔۱، ص۔۳۹۱، ح۔۳۷۱۳

ابو داوٗد کی حدیث میں ہے کہ:

إن أول ما دخل النقص على بني إسرائيل كان الرجل يلقى الرجل فيقول: يا هذا، اتق الله ودع ما تصنع، فإنه لا يحل لك. ثم يلقاه من الغد فلا يمنعه ذلك أن يكون أكيله وشريبه وقعيده، فلما فعلوا ذلك ضرب الله قلوب بعضهم ببعض، ثم قال: { لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ [179] } إلى قوله: { فَاسِقُونَ } ثم قال: "كلا والله لتأمرن بالمعروف ولتَنهون عن المنكر، ولتأخذُنَّ على يديِ الظالم، ولَتَأطرنَّه على الحق أطْرا أو تقصرنه على الحق قصرًا. [180]

" سب سے پہلی برائی بنی اسرائیل میں داخل ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھتا تو اسے روکتا، اسے کہتا کہ اللہ سے ڈر اور اس برے کام کو چھوڑ دے یہ حرام ہے۔ لیکن دوسرے روز جب وہ نہ چھوڑتا تو یہ اس سے کنارہ کشی نہ کرتا بلکہ اس کا ہم نوالہ وہم پیالہ رہتا اور میل جول باقی رکھتا، اس وجہ سے سب میں ہی سنگدلی آ گئی۔ پھر آپ نے اس پوری آیت کی تلاوت کر کے فرمایا واللہ تم پر فرض ہے کہ بھلی باتوں کا ہر ایک کو حکم کرو، برائیوں سے روکو، ظالم کو

---

179 القرآن:المائدہ ۵ : ۷۸

180 ابو داوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی:السنن ابی داوٗد ،باب الامر والنھی،ج۔۳، ص۔۲۵۴،ح۔۴۳۱،
قال البانی "ضعیف "فی "سلسلۃالأحادیث الضعیفۃوالموضوعۃوأثرھاالسیئ فی الأمۃ"، ح۔۱۱۰۵،ج۔۳۔ص۔۲۲۷، دار المعارف، الریاض، الطبعۃالاوٗلیٰ: 1412 ھ / 1992ء

اس کے ظلم سے باز رکھو اور اسے تنگ کرو کہ حق پر آجائے۔ "ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ابو داؤد وغیرہ میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دلوں کو بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرادے گا اور تم پر اپنی پھٹکار نازل فرمائے گا جیسی ان پر نازل فرمائی" [181]۔

بدی کو نہ روکنے کی برائی کے ساتھ ساتھ دوسری برائی جو یہود ونصاریٰ کے لیے لعنت کا سبب بنی وہ ان کی کافروں کے ساتھ دوستیاں تھی، ان آیات میں کافروں سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ ان نافرمانوں، حد سے تجاوز کرنے والوں اور بدی سے نہ روکنے والوں کو سابقہ آیت میں پہلے ہی کافر قرار دیا جاچکا ہے اور ایسے یہود کا مشرکین سے دوستی گانٹھنا بھی اسی لعنت کا باطنی اثر تھا جو ان پر کی گئی تھی۔

181 ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفدا اسماعیل: تفسیر القرآن العظیم، ج۔۲، ص۔۱۰۱ ترجمہ محمد جوناگڑھی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا یہودیوں سے خطاب

عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش پر یہودیوں نے اعتراضات کیے تو اللہ تعالیٰ نے نومولود عیسیٰ علیہ السلام کو بولنے کی صلاحیت عطا فرمائی تاکہ وہ خود اپنا تعارف کروائیں اور ساتھ ہی احکامات الٰہی بھی سنادیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا وہ کلام اللہ تعالیٰ نے سورت مریم میں اس طرح نقل کیا ہے:

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (30) وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (31) وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (32) وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (33) ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ (34) مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (35) وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (36)[182]

"(عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اور میں جہاں ہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحبِ برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور (مجھے) اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور سرکش وبدبخت نہیں بنایا۔ اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر

---

[182] القرآن:مریم ۱۹ : ۳۰تا۳۶

سلام (و رحمت) ہے۔ یہ مریم کے بیٹے عیسیٰؑ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے
جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اللہ کو سزا وار نہیں کہ کسی کو بیٹا
بنائے وہ پاک ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے
کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اور بیشک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے
تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا رستہ ہے"

عیسیٰ علیہ السلام ابھی شیر خوار ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بولنے کی طاقت دی تاکہ یہودیوں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات بھی دیں اور احکامات الٰہی بھی پہنچا دیں۔ اس خطبہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کی تمام تعلیمات کے خدوخال کو واضح کیا گیا ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف اس واعظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ساری گفتگو ماضی کے صیغوں میں کی ہے حالاں کہ ان تمام باتوں کا تعلق مستقبل سے تھا، کیونکہ ابھی تو وہ شیر خوار بچے ہی تھے۔ یہ اس لئے کہ یہ اللہ کی تقدیر کے اٹل فیصلے تھے کہ گویا ابھی یہ معرض ظہور میں نہیں آئے تھے لیکن ان کا وقوع اس طرح یقینی تھا جس طرح کے گزرے ہوئے واقعات شک و شبہ سے بالا ہوتے ہیں" [183]

اس خطبہ میں مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے:

سب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا تعارف کروایا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ مگر اس مختصر تعارف میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث، اور ابن اللہ کی

---

[183] صلاح الدین یوسف حافظ: قرآن کریم ترجمہ و تفسیر، ص۔۸۳۹

سختی سے تردید کی گئی ہے۔

اللہ نے ان پر کتاب نازل کی ہے:

اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو صاحب کتاب بنایا، اپنا کلام ان پر نازل کیا، جس میں وہ تمام تعلیمات تھیں جو اس خطبہ میں دیباچہ کے طور پر دی گئی ہیں۔

فصل دوئم:

عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات بائبل کی روشنی میں

بنی اسرائیل جو اپنے رب سے یہ وعدہ کر چکے تھے کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کریں گے والدین، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اس وعدہ سے پھر گئے اور نہ صرف اللہ کے ساتھ دوسرے شریک بنا لیے بلکہ ان میں بہت سی اخلاقی برائیاں بھی جنم لے چکی تھیں۔ بنی اسرائیل کے اسی وعدے کا ذکر اللہ نے قرآن مجید میں اس طرح کیا ہے کہ:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ۔[184]

" اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرو اور لوگوں سے اچھی طرح پیش آؤ اور نماز قائم کرو اور زکواۃ دو مگر تم میں سے چند کے علاوہ باقی اس عہد سے پھر گئے، اور تم تو ہو ہی وعدہ خلافی کرنے والے "۔

صدیوں سے جہالت وظلم کا دور دورہ تھا، ذہنی وعلمی جمود کے نتیجے میں بنی اسرائیل مکمل طور پر لکیر کے فقیر بننے کے ساتھ ساتھ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو چکے

---

[184] القرآن:البقرہ ۲ :۸۳

تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت یہودی مختلف گرہوں میں تقسیم ہو چکے تھے جن میں سے اہم یہ فرقے تھے:

(۱) صدوقی: ان کا کہنا تھا کہ انسان کے نیک و بد اعمال کا ثمرہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے نہ کہ آخرت میں۔

(۲) فریسی: یہ لوگ لذات دنیوی سے کنارہ کشی کو ہی ذریعہ نجات قرار دیتے تھے مگر پھر ترک دنیا میں بھی بد عملی کا مظاہرہ کرنے لگے تھے۔

(۳) کاہن: ان لوگوں نے مذہبی عبادات کی ادائیگی میں خلوص اور للٰہیت کو ختم کر کے اس کی جگہ دنیاداری کو رواج دے رکھا تھا۔

(۴) احبار یا فقیہ: یہ مذہب کے اجارہ دار بن گئے تھے، جس چیز کو چاہتے حلال ٹھہرا دیتے اور جسے چاہتے حرام کر دیتے[185]

یہودیوں کے اُس معاشرہ میں جہاں برائیاں بری طرح سے جڑ پکڑ چکی تھیں، ایسے ماحول میں عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی اخلاقی برائیوں کو ختم کرنے کے لئے تعلیم و تربیت کا کام شروع کیا۔ ان کی تعلیم و تربیت کا مرکز و محور صرف بنی اسرائیل ہی تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "دوسرا سب سے بڑا اسرائیلی مذہب مسیحی تحریک کا ہے۔ لیکن مسیحی دعوت کی تعلیم ہمارے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھ کہیں گی ہم اسے حضرت مسیح کے نام سے قبول نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح نے کہا کہ میں صرف تورات قائم کرنے آیا ہوں، خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا[186] انہوں نے تصریح کی میرا مشن صرف بنی

---

[185] اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ج۔۲، ص۔۳۷۴

[186] بائبل (KJV) متی ۵: ۱۷

اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے۔ نیز انھوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روکا[187]۔ اور ہمیشہ اپنے کاموں اور اپنی وصیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا۔ پس انھوں نے جو کچھ خدمت کرنی چاہی وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی، تمام دنیا کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں تھا"[188]

سید احمد سعید لکھتے ہیں کہ: "عیسیٰؑ زبردست معلم اخلاق تھے۔ آپ نے اپنے مذہب کی بنیاد اخلاقی نظام پر رکھی ان کو اخلاقی اصولوں کی کامیابی اور صداقت پر زبردست یقین تھا۔ ان کے نزدیک خدا کی بادشاہت کا اعلیٰ مقصد اعلیٰ اخلاقی اصولوں سے حاصل ہو سکتا تھا۔ خدائی بادشاہت کے لیے انھوں نے اپنے پیروؤں کو مکمل مذہبی انسان اور مخلص بننے کی ہدایت کی۔ مذہبی فرائض کی ادائیگی کی اہمیت عیسیٰ کے نزدیک دنیا کے ہر کام سے مقدم ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص سے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ اس شخص نے کہا کہ پہلے مجھے جانے دو اور اپنے باپ کو دفن کرنے دو۔ عیسیٰ نے جواب دیا مردے کو اپنا مردہ جسم خود دفن کرنے دو۔ تمہیں چلنا چاہیے اور خدا کی بادشاہت کی خبر پھیلانا چاہیے۔

خلوص اور اعتراف کی بنیاد پر عیسیٰؑ نے تمام اخلاقی اصول مرتب کئے۔ معاشرتی، قانونی اور مذہبی رسوم کے آداب ہر ایک کو اخلاق کے مطابق ڈھالا۔ وہ ظاہر پرست فریسیوں میں بہت سی خراب عادتیں مثلاً دولت کی فراوانی، خود پسندی، عزت کی خواہش، روحانی غرور، تعصب اور حسد پاتے تھے، انھوں نے لوگوں کو ظاہر پرستی اور دولت مندی کی خرابیوں سے روکا، آپ نے فرمایا

"اگر تمہاری راستی فقیہوں اور فریسیوں کی راستی سے زیادہ نہ ہو تو تم

---

[187] بائبل (KJV) متی ۱۰:۶

[188] ابوالکلام آزاد: پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت کے عملی پہلو، ص۔ ۶۸

آسمان کی بادشاہی میں ہر گز داخل نہ ہوگے "[189]

ایک عیسائی مصنف رقم طراز ہے کہ: "مسیحی اخلاقیات سکھاتی ہیں کہ راست کام کرنا بہت اہم ہے "[190]۔ مزید لکھتا ہے کہ: " اخلاقیات اور مذہب یا دین داری کا تانا بانا اس طرح گُتھا ہوا ہے کہ انہیں الگ الگ کرنا ممکن نہیں۔ یہ صرف مسیح کے وسیلے اور روح القدس سے تقویت پا کر خدا کے ساتھ ذاتی اور شخصی تعلق قائم کرنے ہی سے ممکن ہے کہ خدا کے لوگ بائبل کی اخلاقی تعلیم کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں "[191]

اخلاقیات میں سب سے زیادہ اہمیت عقیدہ توحید یعنی اللہ کی ذات میں کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک ایک ظلم ہے اور ظلم ہی وہ حرکت ہے جس سے معاشرہ میں عدل قائم نہیں ہو سکتا۔

" اللہ تعالیٰ کا پیغمبروں کو بھیجنا اور کتاب کو نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ قسط یعنی عدل قائم کیا جائے اور ظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا عدل یہ ہے کہ بندے توحید پر قائم رہیں، توحید راس العدل ہے اور دینا میں توحید سے ہی عدل قائم ہو سکتا ہے اور شرک بڑے سے بڑا ظلم ہے اور دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں "[192]

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور عقیدہ توحید پر دیا۔ یعنی ایک اللہ کی عبادت کی جائے، صرف اسی سے مانگا جائے اسے ہی حاجت روا سمجھا جائے اور اسی پر توکل کی جائے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عیسائیوں نے تحریف کرتے ہوئے نئے نئے عقائد اپنی طرف سے گھڑ لیے اور انھیں عیسیٰ علیہ السلام کی

---

189 عبدالقادر شیبہ الحمد: اقوام عالم کے ادیان و مذاہب، ص۔۵۸۵ ترجمہ ابو عبداللہ محمد شعیب۔

190 ڈیرک میلکم: مسیحی اخلاقیات، ص۔۳۹ ترجمہ جیکب سموئیل، مسیح اشاعت خانہ لاہور، ۲۰۰۸ء

191 ڈیرک میلکم: مسیحی اخلاقیات، ص۔۶۵ ترجمہ جیکب سموئیل۔

192 ابن القیم الجوزیہ محمد بن ابی بکر: دوائے شافی، ص۔۳۱۶ ترجمہ محمد اسماعیل گودھری۔

طرف منسوب کر دیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ:

"رومی اور یونانی وغیرہ مشرک بت پرست تھے، وہ ہیکل علوی اور اصنامِ ارضی کی پرستش کرتے تھے، حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے سفراء و مبلغین کو ان کی طرف امر الٰہی کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ ان میں سے بعض آپ کی زندگی میں ان ملکوں میں گئے، بعض آپ کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد، انھوں نے ان کو اللہ کے دین کی دعوت دی، کچھ لوگوں نے اللہ کے دین کو قبول کیا، اور ایک مدت تک اس پر قائم رہے، پھر شیطان نے ان میں سے کچھ لوگوں کہ یہ پٹی پڑھائی کہ وہ حضرت مسیح کے دین کو بدل دیں، انھوں نے ایک ایسا دین ایجاد کیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے دین اور مشرکین کے دین کا مجموعہ تھا"[193]

مزید لکھتے ہیں کہ:

"اس مذہبی سمجھوتے میں انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور انبیاء کی پیروی نہیں کی بلکہ ایک نیا عقائد نامہ تیار کیا، جس کا انبیاء علیہم السلام کے کلام میں کوئی سراغ نہیں ملتا، انبیاء علیہم السلام کے کلام نیز حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء کے کلام میں، کہیں اللہ کے اقانیم کا ذکر نہیں، نہ تین کا، نہ زیادہ کا، نہ کہیں صفات ثلاثہ کا ثبوت ہے، نہ کہیں کسی صفتِ الٰہی کو ابن اللہ یا رب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، نہ اللہ کی حیات کو روح کہا گیا ہے، اور نہ یہ کہا گیا ہے کہ خدا کا ایک فرزند ہے، جو الٰہ حق ہے، اور الٰہ حق سے وجود میں آیا ہے، وہ اپنے باپ کے جوہر سے ہے، اور وہ بھی اسی طرح خالق ہے، جیسے کہ اللہ خالق ہے، اسی طرح سے اور وہ دوسرے اقوال جو مختلف اقسامِ کفر پر مشتمل ہیں، اس طرح کے اقوال کسی نبی

---

193 ابن تیمیہ احمد بن عبدالحلیم الحرانی ابوالعباس: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، جز اول، ص۔۱۱۹۔۱۲۰ ، دار العاصمہ، الریاض، ۱۴۱۴ھ

سے بھی منقول نہیں"[194]

اسطرح سے موجودہ دین مسیحت مرکب ہے تعلیماتِ عیسیٰ علیہ السلام کا اور مشرکین کے عقائد وتعلیمات کا، لہذا یہ اندازہ لگانا کہ موجودہ تعلیماتِ مسیحت میں سے عیسیٰ علیہ السلام کی تعیمات کون سی ہیں اور تحریف اور تبدیل شدہ کونسی ہیں بہت مشکل ہیں۔

ڈاکٹر بلال فلپس، سینٹ ڈیوڈ کالج، انگلینڈ، لکھتے ہیں کہ:

"As has been shown in the previous chapter, the Biblical scriptures, both New and Old Testaments, are unreliable sources and cannot, therefore, be used as an authentic means of knowing the truth about the man called Jesus Christ or about his mission and message. However, a close examination of these scriptures in the light of Quranic verses will reveal some of the truths about Jesus that have survived in the Bible" [195].

"جیسا کہ پچھلے باب میں ذکر کیا گیا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں معلومات کے حصول کے لیے بائبل عہد نامہ قدیم وجدید ناقابلِ اعتبار ذریعہ ہے،۔ بلکہ بائبل ان کے مقصد وتعلیمات کے بارے میں بھی صحیح معلومات فراہم نہیں کرتی۔ تاہم اگر بائبل میں دی گئی معلومات کو قرآن کے تناظر میں دیکھا جائے تو کچھ صحیح معلومات مل سکتی ہیں"

---

194 ابن تیمیہ احمد بن عبدالحلیم الحرانی ابوالعباس: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، جز سوم، ص۔ ۱۳۴

195 Bilal Philips, The True Message of Jesus Christ, , P-2 Darul Fateh, printing Publishing and Distribution, Co. Sharjah, UAE, 1996.

عقیدہ توحید

توحید کے لفظی معنی ایک ماننا ہے۔ اس کے اصطلاحی مفہوم اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک ماننا ہے یعنی کہ بندہ ایسی ذات کو جو کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے موجود تھی اور اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں تھی، بااختیار تھی اور تمام مخلوق کو پیدا کرنے والی ہے اور اس کا اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں جو ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی اور اپنے پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ اس کائنات کے ختم ہونے کے بعد بھی قائم اور بااختیار رہے گی۔ اس کی قدیم صفت کے ساتھ اپنا خالق اور بااختیار مان لینا اور اس کی یکتائی کو تسلیم کر لینا "توحید" ہے۔

ہر الہامی مذہب میں توحید کو ہی اولیت حاصل رہی ہے اور اللہ کے ہر رسول نے اسی کی تعلیم دی ہے اور یہ تعلیم و ہدایت سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ہر نبی دنیا والوں کو دیتا رہا۔ جس میں انسان کے تمام اعمال و افعال کی رہنمائی ہے جو انسان اور باقی مخلوقات کی پیدائش اور ظہور کا منشا ہے۔ تمام سابقہ انبیاء کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایک عقیدہ توحید ہی کی تعلیم دی۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"The first of the commandments is, Hear, O Israel; The lord our God is one Lord"[196].

"اوّل حکم یہ ہے: سنو اے اسرائیل! ہمارا خدا ایک ہی رب ہے"۔

---

[196] Holy Bible (KJV): Mark 12:29, 129 Mobilization Drive, Waynesboro, GA 30830 USA

جب خدا ایک ہی ہے تو پھر عبادت بھی اسی ایک خدا کی کرنی چاہیے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا:

"Then saith Jesus unto him, get thee hence, Satan: For it is written, Thou shalt worship the lord thy God, and him only shalt thou serve"[197]

"یسوع نے اس سے کہا: اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر"۔

دوسری جگہ کہا:

"اُس نے اُس سے کہا کہ تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے"[198]

یسوع کا ایک فقیہی سے مقالمہ درج ہے جس میں آپؑ نے توحید کو بڑے واضح انداز میں سمجھایا:

"ایک فقیہی آیا اور یسوع سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کون سا ہے؟۔ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر

---

[197] Holy Bible (KJV): Mathew 4: 10

[198] بائبل (KJV) متی ۲۲: ۳۷-۳۸

محبت رکھ۔ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔

فقیہ نے اس سے کہا اے استاد بہت خوب! تونے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اور اس سے سارے دل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھنا اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنا سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے۔ جب یسوع نے دیکھا کہ اس نے دانائی سے جواب دیا تو اس سے کہا تُو خدا کی بادشاہی سے دور نہیں"[199]

عیسیٰ علیہ السلام نے فقیہی کو جواب میں کہا کہ خدا ایک ہے اور اسی سے محبت رکھو تو فقیہی نے جو کہ سمجھدار شخص تھا بات کو بلکل واضح کر دیا کہ "وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں"۔ اس جواب پر عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی تعریف کی اور خدا کی بادشاہی میں جانے کی بشارت دی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ اور اس کے زمانے میں لوگوں کا یہی عقیدہ تھا کہ اللہ ایک ہے اور اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں یعنی:

"لا الٰہ الااللہ"

دوسری جگہ مزید وضاحت ہے کہ:

یسوع نے کہا:

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تونے بھیجا ہے جانیں۔ جو کام تونے مجھے کرنے کو دیا تھا اُس کو تمام کرکے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا"[200]

انجیل میں ایک اور مقام پر عیسیٰ علیہ السلام کا قول درج ہے کہ:

---

[199] بائبل (KJV) مرقس ۱۲: ۲۸ تا ۳۴

[200] بائبل (KJV) یوحنا ۱۷: ۳۔۴

"جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند! کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک
آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہو گا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی
مرضی پر چلتا ہے "[201]

"جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں
ہے "[202]

"اگر میں خدا کی روح کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے
پاس آ پہنچی "[203]

انجیل کے مندرجہ بالا آیات سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا ہے مگر عیسائی پادریوں نے تثلیث کا عقیدہ اپنی طرف سے گھڑا اور پھر اسکے مطابق انجیلوں میں بھی تحریف کر دی۔ یہ خدا کی قدرت کا کمال ہے کہ آج بھی انجیل میں ایسے بے شمار مقامات موجود ہیں جن سے عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح عقیدہ کی پہچان ہو سکتی ہے۔

مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ: جب بھی غیر جانبداری اور دیانت داری کے ساتھ انجیلوں کا جائزہ لیا گیا ہے، تو ہمیشہ یہ فیصلہ دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بارے میں ایک "خدا کا بندہ اور پیغمبر" ہونے کے سوا کوئی اور بات نہیں کہی، ان کا کوئی ارشاد آج کی انجیلوں میں بھی ایسا نہیں ملتا جس سے ان کا خدا ہونا یا خدا کا کوئی "اقنوم" ہونا ثابت ہوتا ہو"
[204]

[201] بائبل (KJV) متی ۷: ۲۱

[202] بائبل (KJV) متی ۱۲: ۵۰، مرقس ۳: ۳۱ تا ۳۵، لوقا ۸:۱۹ تا ۲۱

[203] بائبل (KJV) متی ۱۲: ۲۸

[204] تقی عثمانی محمد: عیسائیت کیا ہے؟، ص۔ ۸۳، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء

عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ توحید پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر بلال فلپس کہتے ہیں کہ:

"Jesus called them to worship the one true God who unique in His qualities. God does not have the attributes of His creation, nor does any creature share any of His attributes. In Mattew 19: 16-17 , when the man called Prophet Jesus 'good', saying, "Good teacher, what good thing shall I do that I may have eternal life?" Prophet Jesus replied, "Why do you call me good? No one is good but One, that is, God." He denied the attribution of 'infinite goodness' or perfect goodness' to himself, and affirmed that this attribute belongs to Allah alone." [205]

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ایک سچے خدا کی عبادت کرنے کو کہا تھا جو کہ اپنی صفات میں اکیلا ہے۔ ان صفات میں نہ تو کوئی اس کا ساجھی ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو اپنا شریک بنایا ہے۔ جیسا کہ متی نے انجیل میں لکھا ہے:

" اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا اے استاد میں کون سی نیکی کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟
اُس نے اُس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک (اللہ) ہی ہے۔ لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر" [206]

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کامل نیک یا مکمل ہونے سے انکار کیا اور واضح کر دیا کہ یہ صفات تو صرف اللہ کا خاصہ ہیں۔

---

[205] Bilal Philips: The True Message of Jesus Christ, P.19.

[206] بائبل (KJV) متی ۱۹ : ۱۶ تا ۱۷

متی۱۹: ۱۶۔۱۷ کے عربی ترجمہ میں یہ بلکل واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ کے علاوہ کوئی نیک نہیں!:

"واذا واحد تقدم وقال له ايها المعلم الصالح اي صلاح اعمل لتكون لي الحياة الابدية. فقال له لماذا تدعوني صالحا. ليس احد صالحا الا واحد وهو الله. ولكن ان اردت ان تدخل الحياة فاحفظ الوصايا" [207]

بائبل کا ایک اور بیان جس کے مطابق یہ بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی اور بندے تھے۔ جو کہ اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے تھے نہ کہ وہ خود خدا تھے:

"Ye men of Israel, hear these words; Jesus of Nazareth, a man approved of God among you by miracles and wonders and signs, which as ye yourselves also know" [208]

"اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے"۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بڑے واضح انداز میں یہ اعلان کیا کہ اختیار صرف ایک اللہ کے پاس ہی ہے۔ آپؑ کے یہ جملے آج بھی انجیل میں موجود ہیں:

"اُس (یسوع) نے اس (زبدی کی ماں) سے کہا کہ تو کیا چاہتی ہے؟

---

[207] بائبل (الکتاب المقدس): متی۱۹: ۱۶۔۱۷ Electronic Text Country, the unbound bible(http://unbound.bible.edu/)

[208] Holy Bible (KJV): Acts: 2:22

اُس نے اس سے کہا: فرما کہ یہ میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں
تیری داہنی اور بائیں طرف بیٹھیں۔
یسوع نے جواب میں کہا تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو۔ جو پیالہ میں
پینے کو ہوں کیا تم پی سکتے ہو؟
اُنہوں نے کہا پی سکتے ہیں۔
اُس نے اُن سے کہا میرا پیالہ تو پیو گے لیکن اپنے دائیں اور بائیں کسی کو
بٹھانا میرا کام نہیں مگر جن کے لئے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا
گیا اُن ہی کے لئے ہے "[209]

یہی واقعہ مرقس نے اپنی انجیل باب ۱۰ آیت ۳۵ تا ۴۵ میں بھی ذکر کیا ہے۔ بقول مرقس دائیں اور بائیں بیٹھنے کی درخواست زبیدی کے بیٹوں یعقوب اور یوحنا نے خود یسوع سے کی تھی، جبکہ متی کے بیان کے مطابق ان کی ماں نے یہ درخواست کی تھی۔ اب ان دونوں میں سے کون سچا ہے یا دونوں ہی بہتان تراشی کر رہے ہیں یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس واقعہ میں یسوع کا جواب قابل غور ہے کہ میری داہنی اور بائیں طرف بٹھانے کا اختیار مجھے نہیں دیا گیا۔ یہ فیصلہ اللہ نے کرنا ہے کہ میرے دائیں اور بائیں کون ہو گا۔

---

[209] بائبل (KJV) متی ۲۰: ۲۰ تا ۲۳

عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے

عیسیٰ علیہ السلام نے نفع فرمائی کہ وہ یا فرشتے بھی مستقبل میں آنے والے حالات کے بارے میں کچھ جانتے ہیں:

"لیکن اُس دن (قیامت) اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ" [210]

مرقس نے اس کے بعد مزید لکھا ہے کہ:

"خبر دار! جاگتے اور دعا کرتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ وقت کب آئے گا" [211]

بائبل کے مندرجہ بالا اقتباسات سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی قیامت کے وقت کے بارے میں نہیں جانتے تھے بلکہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ قیامت کب واقع ہو گی اس کا علم صرف اللہ کو ہی ہے۔ اسی طرح دوسری الہامی کتابوں کے مطابق کسی نبی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اسے قیامت کے بارے میں علم ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے نہ کہ خود اللہ تھے یا اللہ کے بیٹے تھے۔ کیونکہ اگر وہ خود خدا ہوتے تو یہ نہ فرماتے کہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

---

210 بائبل (KJV) متی ۲۴: ۳۶

211 بائبل (KJV) مرقس ۱۳: ۳۳

اللہ سے ڈرنا چاہیے

ہمارے جسم اور روح پر اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے وہی دونوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی دونوں کو سزا بھی دے سکتا ہے۔ اس لیے اسی کا حق ہے کہ اسی سے ڈرا جائے اور اسی کا حکم مانا جائے۔ یہی وہ تعلیم ہے جو کہ ہمیں توحید کا درس دیتی ہے اور خدائے واحد کی طرف لے کر جاتی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک اللہ سے ڈرنے کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور روح کو قتل نہیں کر سکتے ان سے نہ ڈرو بلکہ اسی سے ڈرو جو روح اور بدن دونوں کو جہنم میں ہلاک کر سکتا ہے"[212]

---

[212] بائبل (KJV) متی ۱۰: ۲۸

دعا اللہ سے ہی مانگنی چاہیے

جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی ہی عبادت کا حکم دیا، صرف اسی سے ڈرنے کی تعلیم دی وہیں یہ بھی عقیدہ دیا کہ دعا بھی صرف اللہ ہی سے مانگنی چاہیے اور وہی اُسے پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

"اور دعا کرنے وقت غیر قوموں کے لوگوں کی طرح بک بک نہ کرو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بہت بولنے کے سبب سے ہماری سنی جائے گی۔ پس ان کی مانند نہ بنو کیونکہ تمہارا باپ تمہارے مانگنے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تم کن کن چیزوں کے محتاج ہو۔ پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ:

اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔
تیری بادشاہی آئے، تیری مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو
ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔
اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر۔
اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا[کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ آمین]
اس لئے کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا۔ اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو

گے تو تمہارا باپ بھی تمہارے قصور معاف نہیں کرے گا"[213]۔

متی نے گرفتاری کے واقعات سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اسطرح نقل کی ہے:

"تب یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک جگہ پہنچا جس کا نام گستمنی تھا۔ اس نے ان سے کہا: تم یہاں بیٹھو اور میں وہاں آگے جا کر دعا کرتا ہوں۔ وہ پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے گیا اور افسردہ اور بیقرار ہونے لگا۔ پھر اس نے ان سے کہا غم کی شدت سے میری جان نکلی جا رہی ہے۔ یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو۔

پھر ذرا آگے جا کر وہ زمین پر سجدہ میں گر پڑا اور دعا کرنے لگا کہ اَے باپ! اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے، پھر بھی جو میں چاہتا ہوں وہ نہیں بلکہ جو تو چاہتا ہے وہی ہو۔

جب وہ شاگردوں کے پاس واپس آیا اور انہیں سوتے پایا تو پطرس سے کہا: کیا تم گھنٹہ بھر بھی میرے ساتھ بیدار نہ رہ سکے؟

جاگتے اور دعا کرتے رہو تا کہ آزمائش میں نہ پڑو روح تو آمادہ ہے مگر جسم کمزور ہے۔ وہ پھر چلا گیا اور دعا کرنے لگا: اے میرے باپ! اگر یہ پیالہ میرے پیئے بغیر ٹل نہیں سکتا تو تیری مرضی پوری ہو۔

جب واپس آیا تو شاگردوں کو پھر سے سوتے پایا کیونکہ ان کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو چکی تھی۔ لہٰذا وہ انھیں چھوڑ کر چلا گیا اور تیسری دفعہ وہی دعا کی جو پہلے کی تھی"[214]

اس تمام واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ مشکل وقت میں اللہ ہی سے

---

[213] بائبل (KJV) متی ۶: ۷ تا ۱۵

[214] بائبل (KJV) متی ۲۶: ۳۶ تا ۴۴

دعا کرتے تھے اور اسے ہی حاجت روا سمجھتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی یہی نصیحت کرتے رہے کہ اسی اللہ سے دعا مانگو وہی حاجات کو پورا کرنے والا ہے۔ ساتھ ہی دعا کا اسلوب بھی بتایا کہ سجدہ کی حالت میں دعا مانگی جائے۔

جب یسوع کو صلیب کیا گیا تو بھی اُس مشکل گھڑی میں بھی اس نے اللہ ہی کو پکارا۔ اور آج بھی بائبل میں وہ الفاظ اس طرح نقل کیے گئے ہیں:

" ایلی ایلی لما سبقتنی "[215]

" اے میرے خدا! میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ "

یہ دعا عیسائیوں کے دعوے کی قلعی کھول رہی ہے کہ عقیدہ تثلیث ان کا خود ساختہ ہے۔ کیونکہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خود خدا ہوتے تو وہ کسی اور کو کیوں پکارتے۔

ان دعاؤں پر بحث کرتے ہو ابو محمد علی بن احمد حزم الاندلسی لکھتے ہیں کہ:

" ان (نصاریٰ) لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا خدا کہ یہی صفت ہوتی ہے۔ کیا خدا فرشتے کا محتاج ہوتا ہے کہ وہ اسے تسلی دے کیا خدا دعا کرتا ہے کہ اس سے کاسہِ موت کو ہٹا دیا جائے۔ کیا حال کی سختی سے خدا کو پسینہ آتا ہے جب اسے موت کا یقین ہو جاتا ہے کیا خدا کو خدا زندہ رکھتا ہے؟ کیا حماقت میں اس سے بڑھ کر کوئی چیز ہو گی؟ "[216]

---

[215] بائبل (KJV) متی ۲۷: ۴۶

[216] ابن حزم ابو محمد علی بن احمد الاندلسی: الملل والنحل، ج۔۱، ص۔۳۰۱ ترجمہ عبد اللہ عمادی۔

اخلاصِ نیت

تمام عبادات میں قبولیت کے لیے یہ بنیادی شرائط میں سے ہے کہ وہ عبادت خلوصِ نیت کے ساتھ کی جائے۔ دعا بھی عبادت ہے اس لیے آپؑ نے فرمایا کہ دعا کی قبولیت کی شرائط میں سے یہ اولین شرط ہے کہ خلوص دل کے ساتھ دعا مانگی جائے:

"او جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تم کو ملے گا"[217]

یعنی اگر دعا خلوص اور دلی توجہ کے ساتھ مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے اور بندہ جو مانگے اسے عطا کیا جاتا ہے۔

[217] بائبل (KJV) متی ۲۱: ۲۲

دعامانگنے کے آداب

خلوص نیت کے ساتھ دعا کے الفاظ بھی معیاری ہونے چاہئیں نہ کہ نامناسب الفاظ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے بندے کی ضرورت کیا ہے۔ اللہ تو صرف ہمارا خلوص اور عاجزی انکساری کو دیکھتا ہے اور پھر دعا قبول کرتا ہے۔

متی نے انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ:

"اور دعا کرتے وقت غیر قوموں کے لوگوں کی طرح بک بک نہ کرو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بہت بولنے کے سبب سے ہماری سنی جائے گی" [218]

---

[218] بائبل (KJV) متی ۶:۷

دلائلِ نبوت عیسیٰ علیہ السلام

موجودہ عیسائیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کا درجہ دیا جاتا ہے جبکہ آپؑ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا تھا کہ میں ربِ کائنات کی طرف سے بھیجا گیا نبی ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں نے تیرے نام کو ان آدمیوں پر ظاہر کیا جنہیں تونے دنیا میں سے مجھے دیا۔ وہ تیرے تھے اور تونے انہیں مجھے دیا اور انہوں نے تیرے کلام پر عمل کیا ہے۔ اب وہ جان گئے کہ جو کچھ تونے مجھے دیا ہے وہ سب تیری ہی طرف سے ہے۔ کیونکہ جو کلام تونے مجھے پہنچایا وہ میں نے ان کو پہنچادیا اور انہوں نے اس کو قبول کیا اور سچ جان لیا کہ میں تیری طرف سے نکلا ہوں اور وہ ایمان لائے کہ تونے ہی مجھے بھیجا ہے" [219]

"میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو بُلانے آیا ہوں" [220]

"یسوع نے ان سے کہامیرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اور اس کا کام پورا کروں" [221]

"میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ

---

[219] بائبل (KJV) یوحنا ۱۷: ۶ تا ۸

[220] بائبل (KJV) متی ۹: ۱۲

[221] بائبل (KJV) یوحنا ۴: ۳۴

اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں "[222]

"یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے "[223]

"پس یسوع نے ہیکل میں تعلیم دیتے وقت پکار کر کہا کہ تم مجھے جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں کہاں کا ہوں اور میں آپ سے نہیں آیا مگر جس نے مجھے بھیجا ہے وہ سچا ہے۔ اُس کو تم نہیں جانتے۔ میں اُسے جانتا ہوں اِس لیے کہ میں اس کیطرف سے ہوں اور اُسی نے مجھے بھیجا ہے "[224]

"اور مجھے معلوم تھا کہ تُو ہمیشہ میری سنتا ہے مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں میں نے یہ کہا تا کہ وہ ایمان لائیں کہ تُو نے ہی مجھے بھیجا ہے "[225]

عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ بھیجا ہوا اپنے بھیجنے والے سے "[226]

"جو مجھ سے محبت نہیں رکھتا وہ میرے کلام پر عمل نہیں کرتا اور جو کلام تم سنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا"[227]

---

[222] بائبل (KJV) یوحنا ۵: ۳۰

[223] بائبل (KJV) یوحنا ۷: ۱۶

[224] بائبل (KJV) یوحنا ۷: ۲۸-۲۹

[225] بائبل (KJV) یوحنا ۱۱: ۴۲

[226] بائبل (KJV) یوحنا ۱۳: ۱۶

[227] بائبل (KJV) یوحنا ۱۴: ۲۴

درج بالا تمام دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود یہی فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ تمہیں اللہ کا پیغام سناؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں۔ یہاں تک کہ پولس نے بھی لکھا ہے کہ مسیح انسان تھے:

"کیونکہ خدا ایک ہے، خدا اور انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح جو انسان ہے"[228]

اس طرح کے مزید کئی حوالہ جات دیئے جاسکتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

[228] بائبل: تیمُتھیس کے نام پولس کا پہلا خط، ۲: ۵

محبتِ رسول ایمان ہے

ایمان کی بنیادی شرائط میں سے ہے کہ مؤمن نبی پر اپنے والدین عزیز و اقارب بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت رکھتا ہے۔یہی اس کے ایمان کی نشانی ہے۔عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ اور جو کوئی اپنا جوا[229] نہ اُٹھائے اور میرے پیچھے نہ چلے وہ میرے لائق نہیں۔ جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے اُسے کھوئے گا اور جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوتا ہے اُسے بچائے گا"[230]

یعنی تمام دنیاوی چیزوں سے زیادہ ہمیں پیغمبرِ وقت سے محبت رکھنی ہو گی یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی زیادہ اور یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ جب تک کہ ہماری محبت نبی کے لئے مکمل نہیں ہو جاتی ہمارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے تھے:

"اُس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی پاس نہیں بھیجا گیا"[231]

اِس لیے اُس وقت ان پر ایمان لانا ضروری تھا، اپنی جان سے بھی زیادہ اُن سے محبت کرنا لازمی تھا۔ مگر آج جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مطابق آخری نبی آ چکا ہے

:

---

[229] وہ لکڑی جو ہل یا گاڑی کے آگے لگی ہوتی ہے، یہ عام طور پر دو جانوروں کو اس طرح جوڑتی ہے کہ وہ مل کر کام کر سکیں، یہ ان کے کندھوں پر رکھی جاتی ہے (خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔۹۸)

[230] بائبل (KJV) متی ۱۰: ۷ ۳ تا ۳۹، لوقا ۱۲، ۱۴

[231] بائبل (KJV) متی ۱۵: ۲۴

" میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا "[232]

" مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیے گا "[233]

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سے کسی شخص نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نبی ہے اس پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور پھر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا بھی ثابت ہوا ہو سوائے حضرت محمد ﷺ کے، تمام عقلی اور نقلی دلائل اس بات کے شاہد ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے بنی ہیں اور وہ تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا[234]

" اور (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے "

اور انہوں نے جو باتیں کی وہ تمام اللہ کی طرف سے تھیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى [235]

---

[232] بائبل (KJV) یوحنا ۱۶: ۷۔۸

[233] بائبل (KJV) یوحنا ۱۶: ۱۲۔۱۳

[234] القرآن: سباء ۳۴: ۲۸

"اور وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے۔ یہ تو وحی ہے جو ان کی طرف اتاری جاتی ہے"

اس طرح حضرت محمد ﷺ ہی وہ نبی ہیں جن کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشن گوئی تھی۔ لہذا اب ان پر ایمان لانا لازمی ہے اور اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ان ہی کا حق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں کو چاہیے کہ اب وہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئیں تب ہی وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہو سکتے ہیں۔

---

[235] القرآن: النجم ۵۳: ۳۔۴

آخرت کی تیاری

انسانی زندگی کا حاصل آخرت ہی ہے۔ یہ دنیا اور اس کی زندگی جو چند ایام پر مشتمل ہے دراصل کمرہ امتحان ہے یہاں کئے گئے کام کا نتیجہ آخرت میں ملے گا اس لیے ہمیں چاہیے کہ تمام تر توجہ اخروی زندگی پر دیں اور وہاں کے لیے کچھ جمع کر لیں۔ اسی کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ہے کہ:

"اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا" [236]

"اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو نکمی بات لوگ کہیں گے عدالت کے دن اس کا حساب دیں گے۔ کیونکہ تو اپنی باتوں کے سبب سے راستباز ٹھہرایا جائے گا اور اپنی باتوں کے سبب سے قصوروار ٹھہرایا جائے گا" [237]

"فانی خوراک کے لیے محنت نہ کرو بلکہ اس خوراک کے لئے جو ہمیشہ کی زندگی تک باقی رہتی ہے جسے ابنِ آدم تمہیں دے گا کیونکہ باپ یعنی خدا نے اسی پر مہر کی ہے" [238]

---

[236] بائبل (KJV) متی ۶: ۱۹ تا ۲۱

[237] بائبل (KJV) متی ۱۲: ۳۶-۳۷

[238] بائبل (KJV) یوحنا ۶:۲۷

نیکی کا بدلہ

نیک اعمال کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔ کوئی عمل ضائع نہیں ہو گا چاہے کسی کو پانی ہی کیوں نہ پلایا ہو یہ عمل بھی قیامت کے دن ایک حیثیت رکھے گا اور اس کا بدلہ بھی دیا جائے گا چہ جائیکہ کوئی بڑا عمل ہو،لہذا کسی عمل کو چھوٹا جان کر چھوڑنا نہیں چاہیے۔

انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل ہے کہ:

"اور جو کوئی شاگرد کے نام سے ان چھوٹوں میں سے کسی کو صرف ایک پیالہ ٹھنڈا پانی ہی پلائے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں وہ اپنا اجر ہر گز نہ کھوئے گا"[239]

"جو کوئی ایک پیالہ پانی تم کو اس لئے پِلائے کہ تم مسیح کے ہو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر ہر گز نہ کھوئے گا"[240]

"جس کسی نے گھروں یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا بچوں یا کھیتوں کو میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے اس کو سَو گنا ملے گا اور ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہو گا"[241]

CS ED CS ED

---

[239] بائبل (KJV) متی ۱۰:۴۲

[240] بائبل (KJV) مرقس ۹: ۴۱

[241] بائبل (KJV) متی ۱۹: ۲۹

اللہ تعالیٰ کا فضل

"کیونکہ آسمان کی بادشاہی اس گھر کے مالک کی مانند ہے جو سویرے نکلا تا کہ اپنے تاکستان (کھیت) میں مزدور لگائے۔ اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر انہیں اپنے تاکستان میں بھیج دیا۔ پھر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا۔ اور ان سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ۔ جو واجب ہے تم کو دوں گا۔ پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا۔ اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے؟۔ انہوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔ اس نے ان سے کہا تم بھی تاکستان میں چلے جاؤ۔

جب شام ہوئی تو تاکستان کے مالک نے اپنے کارندہ سے کہا کہ مزدوروں کو بُلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک ان کی مزدوری دے دے۔ جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے تو ان کو ایک ایک دینار ملا۔ جب پہلے مزدور آئے تو انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم کو زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ہی دینار ملا۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اور تو نے ان کو ہمارے برابر کر دیا جنھوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ سہی۔

اس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا؟۔ جو تیرا ہے اٹھالے اور چلاجا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتاہوں اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کروں؟ یاتو اس لئے کہ میں نیک ہوں بری نظر سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح آخر اول ہو جائیں گے اور اول آخر "[242]

اس مثال سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ مالک یعنی اللہ کی مرضی ہے جسے چاہے جتنا دے۔ لیکن اس کے ہاں نا انصافی نہیں ہے کسی کے حق میں سے کم نہیں کرتا مگر جسے چاہتا ہے تھوڑی محنت کے بدلے بھی زیادہ دے دیتاہے۔ مگر انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اللہ کی رضا میں خوش رہے، اپنی ذمہ داری پوری طرح سے نبھائے اور نیت خالص اللہ کے لئے رکھنے کے ساتھ ساتھ حسد سے بھی بچتا رہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے جتنا دے۔

ولیم میکڈونلڈ، عیسائی مصنف لکھتا ہے کہ: "یہ تمثیل اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ حقیقی شاگردوں کو جزا ملے گی اور ان کی جزا یا اجر کے تعین کا دارومدار اس روح پر ہے جس سے انھوں نے خدمت کی ہوگی"۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: تمثیل میں بیان کیا گیا ہے کہ گھر کا مالک " سویرے نکلا تا کہ اپنے کھیت میں مزدور لگائے، ان مزدوروں سے طے پایا کہ دن بھر کی مزدوری ایک دینار ہوگی۔ اس زمانے کے مطابق یہ معقول معاوضہ تھا۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ انھوں نے صبح چھ بجے کام شروع کیا۔

صبح نو بجے مالک کو بازار میں چند اور بے روزگار مزدور مل گئے۔ اس دفعہ مزدوری تو طے نہ کی گئی مگر وہ مالک کی اس یقین دہانی پر کہ جو واجب ہے تم کو دوں گا، تاکستان میں کام

---

[242] بائبل (KJV) متی ۲۰: ۱ تا ۱۶

کرنے لگ لگے۔

دوپہر کو اور ۳ بجے سہ پہر کو کچھ اور مزدوروں کو اس بنیاد پر کام پر لگایا گیا کہ واجب مزدوری ادا کی جائے گی۔ ۵ بجے شام اُسے چند اور بے روزگار مزدور مل گئے۔ وہ کام تلاش کر رہے تھے مگر ملا نہیں تھا۔ اُس نے ان کو بھی تاکستان میں بھیج دیا مگر مزدوری کی کوئی بات نہ کی۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ سب سے پہلے آدمیوں کو مزدوری کے بارے میں سودا بازی کر کے لگایا گیا تھا۔ دوسروں نے مزدوری کی ادائیگی کا معاملہ مالک پر چھوڑ دیا تھا۔

شام ہوئی تو مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ پچھلوں سے لے کر پہلوں تک سارے مزدوروں کو اُجرت ادا کر دے (اس طرح سب سے پہلے آنے والے مزدور دیکھ سکتے تھے کہ دوسروں کو کیا ملتا ہے)۔

سب کو برابر اُجرت ایک ایک دینار ملی جو مزدور چھ بجے صبح لگائے گئے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ہمیں زیادہ ملے گا۔ لیکن نہیں ان کو بھی ایک ایک دینار ہی ملا۔ انھوں نے سخت برا مانا۔ آخر وہ دوسروں کی نسبت سب سے زیادہ دیر تک اور سخت دھوپ میں کام کرتے رہے تھے۔

ان میں سے ایک کو جو جواب ملا، اس میں دائمی سبق پائے جاتے ہیں۔ مالک نے کہا میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا؟ جو تیرا ہے اٹھا لے اور چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے جتنا تجھے دیتا ہوں، اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں، پہلے مزدور نے سودا بازی کر کے دن کا ایک دینار طے کیا تھا۔ اسے معاہدہ کے مطابق ایک دینار مزدوری ملی۔ دوسروں نے اپنے آپ کو مالک کے فضل پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ ان کو فضل ملا۔ فضل انصاف سے بہتر ہوتا ہے۔ خداوند سے اجر کے لئے سودا بازی کرنے سے بہتر ہے کہ یہ

معاملہ اسی پر چھوڑ دیا جائے۔

اب مالک نے کہا کہ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو کروں؟ بے شک یہاں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ خدا اختیار کُلی رکھتا ہے۔ وہ جیسا چاہے کر سکتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ ہمیشہ درست اور مبنی پر انصاف ہوتا ہے۔ مالک نے مزید کہا کہ یا تو اس لئے کہ میں نیک ہو بری نیت رکھتا ہے؟ یہ سوال انسانی فطرت کی خود غرضی کو بے نقاب کرتا ہے۔ چھ بجے صبح آنے والے آدمیوں کو بالکل وہی کچھ ملا جس کے وہ حق دار تھے۔ مگر وہ حسد کرنے لگے کہ جن آدمیوں نے تھوڑے گھنٹے کام کیا تھا، ان کو بھی اتنا ہی ملا۔ ہم میں سے اکثر کو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ ہمیں یہ بے انصافی لگتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان کی بادشاہی میں ہمیں ایک نیا انداز فکر اختیار کرنا ہو گا۔ ہمیں اپنی لالچی اور دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرنے والی روح کو خیر باد کہنا ہو گا اور خداوند کے انداز میں سوچنا ہو گا۔

یسوع نے ان الفاظ میں تمثیل کو ختم کیا کہ "اسی طرح آخر اول ہو جائیں گے اور اول آخر" اجر کے معاملے میں بہت سی حیران کن باتیں پیش آئیں گی۔ بعض لوگ جن کا خیال ہے کہ ہم اول ہوں گے، وہ آخر ہو جائیں گے کیونکہ ان کی خدمت میں فخر اور خود غرضی شامل تھی۔ دوسرے، جنھوں نے محبت اور شکر گزاری کے باعث خدمت کی۔ انہیں بہت زیادہ عزت ملے گی" [243]۔

اسی سے ملتی جلتی مثال نبی اکرم حضرت محمد ﷺ نے بھی بیان کی ہے:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إنما بقاؤكم فيما سلف قبلكم من الأمم كما بين صلاة العصر إلى غروب الشمس أوتي أهل التوراة

---

[243] ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب ج۔۱، ص۔۱۹۸ تا ۲۰۰ ترجمہ جیکب سموئیل۔

التوراة فعملوا حتى إذا انتصف النهار ثم عجزوا فأعطوا قيراطا قيراطا ثم أوتي أهل الإنجيل الإنجيل فعملوا إلى صلاة العصر ثم عجزوا فأعطوا قيراطا قيراطا ثم أوتينا القرآن فعملنا إلى غروب الشمس فأعطينا قيراطين قيراطين فقال أهل الكتابين أي ربنا لم أعطيت هؤلاء قيراطين قيراطين وأعطيتنا قيراطا قيراطا ونحن كنا أكثر عملا منهم قال الله تعالى هل ظلمتكم من أجوركم من شيء قالوا لا قال فهو فضلي أوتيه من أشاء [244]

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلے کی امتوں کے مقابلے میں تمہاری زندگی صرف اتنی ہے جتنا عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت ہوتا ہے۔ توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی تو انہوں نے اس پر (صبح سے) عمل کیا۔ آدھے دن تک پھر وہ عاجز آگئے، کام پورا نہ کر سکے، ان لوگوں کو ان کے عمل کا بدلہ ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی، انہوں نے (آدھے دن سے) عصر تک اس پر عمل کیا، اور وہ بھی عاجز آگئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط ان کے عمل کا بدلہ دیا گیا۔ پھر (عصر کے وقت) ہم کو قرآن ملا۔ ہم نے اس پر سورج کے غروب ہونے تک عمل کیا (اور کام پورا کر دیا) ہمیں دو دو قیراط ثواب ملا۔ اس پر ان دونوں کتاب

---

244 بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح البخاری، اوقاتِ نماز کا بیان، باب جو شخص عصر کی ایک رکعت سورج ڈوبے سے پہلے پہلے پڑھ سکا تو اس کی نماز ادا ہو گئی، ح۔۵۵۷، ص۔۵۵٦

والوں نے کہا۔ اے ہمارے پروردگار! انہیں تو آپ نے دودو قیراط
دیئے اور ہمیں صرف ایک ایک قیراط۔ حالانکہ عمل ہم نے ان سے
زیادہ کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا' تو کیا میں نے اجر دینے میں تم پر کچھ
ظلم کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ
(زیادہ اجر دینا) میرا فضل ہے جسے میں چاہوں دے سکتا ہوں"

ان مثالوں میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ کام مالک کی مرضی کے مطابق اور پورا ہونا چاہیئے تب ہی ہم مزدوری کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے جتنا دے۔ بائبل کے بیان کے "اسی طرح آخر اول ہو جائیں گے اور اول آخر" سے مراد یہی ہو سکتی ہے کہ مسلمان آخر میں آکر اللہ کے فضل و رحمت کے اول حق دار ہو جائیں اور یہود و نصاریٰ جو کہ مسلمانوں سے پہلے تھے مگر اپنی گمراہی اور شرک کی وجہ سے اللہ کے فضل و رحمت میں پیچھے رہ جائیں۔

مولانا وحید الزمانؒ لکھتے ہیں کہ " یہ مثالیں یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی ہیں۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانا اور توراۃ پر چلے لیکن اس کے بعد انجیل مقدس اور قرآن مجید سے منحرف ہوگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کو انہوں نے نہ مانا۔ اور نصاریٰ نے انجیل اور حضرت عیسیٰؑ کو مانا لیکن قرآن مجید اور حضرت محمد ﷺ سے منحرف ہوگئے تو ان دونوں فرقوں کی محنت برباد ہو گئی۔ آخرت میں جو اجر ملنے والا تھا' اس سے محروم رہے۔ آخر زمانہ میں مسلمان آئے اور انہوں نے تھوڑی سی مدت کام کیا۔ مگر کام کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں اور سب نبیوں کو مانا' لہٰذا سارا ثواب ان ہی کے حصہ میں آگیا" [245]

---

245 وحید الزمان: تیسیر الباری شرح صحیح بخاری، ج۔۱، ص۳۷۷، نعمانی کتب خانہ لاہور، جون ۱۹۹۰ء۔

ان دونوں مثالوں میں اللہ کے فضل کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جسے چاہے جتنا دے ہمیں دوسروں سے حسد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے اعمال و اطوار سدھارنے چاہئیں تا کہ ہم بھی فضل ورحمتِ خداوندی کے مستحق ہوسکیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔[246]

"(یہ باتیں) اس لئے (بیان کی گئی ہیں) کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ قدرت نہیں رکھتے۔ اور یہ کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے"

---

[246] القرآن: الحدید ۵۷: ۲۹

اللہ پر (توکل) بھروسہ کرنا

اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل، اعتماد اور بھروسہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر قسم کے نفع اور نقصان کا مالک اپنے رب کو جانا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اگر نفع پہنچانا چاہتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اس سوچ اور نظریہ کا نام ہے "توکل"۔ یہ سوچ اور فکر انسان کو موحد (توحید پرست) بنا دیتی ہے۔ اور اللہ کے علاوہ تمام افراد سے اس کو بیگانہ کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ انسان آزادی سے بھرپور زندگی گزارتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے سوا نہ کسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کے خوف اور ڈر کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔ اس وجہ سے یہ شخص مکمل طور پر اللہ کا غلام اور اس کا بندہ بن جاتا ہے۔ اور جو رب کا بندہ بن جاتا ہے وہ دوسروں سے نہیں ڈرا کرتا۔ اور جب ڈر اور خوف نہ ہو تو اس کی زندگی آزادانہ زندگی ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ میرے ماننے والے کسی اور کے غلام بنیں، کسی اور سے ڈریں اس لیے آپ علیہ السلام نے صرف اللہ سے ڈرنے، ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اُسی پر توکل کا حکم دیا:

> "کوئی بھی دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ یا تو وہ ایک سے نفرت کر کے دوسرے سے محبت رکھے گا یا ایک سے لپٹ کر دوسرے کو حقیر جانے گا۔ تم ایک ہی وقت میں اللہ اور دولت کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اِس لئے مَیں تمہیں بتاتا ہوں، اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پریشان نہ رہو کہ ہائے، مَیں کیا کھاؤں اور کیا پیوں۔ اور جسم کے لئے فکرمند نہ رہو کہ ہائے، مَیں کیا پہنوں۔ کیا زندگی کھانے پینے سے اہم نہیں ہے؟ اور کیا جسم پوشاک سے زیادہ اہمیت

نہیں رکھتا؟ پرندوں پر غور کرو۔ نہ وہ بیج بوتے، نہ فصلیں کاٹ کر اُنہیں گودام میں جمع کرتے ہیں۔ تمہارا آسمانی باپ خود اُنہیں کھانا کھلاتا ہے۔ کیا تمہاری اُن کی نسبت زیادہ قدر و قیمت نہیں ہے؟۔ کیا تم میں سے کوئی فکر کرتے کرتے اپنی زندگی میں ایک لمحے کا بھی اضافہ کر سکتا ہے؟۔ اور تم اپنے کپڑوں کے لئے کیوں فکر مند ہوتے ہو؟ غور کرو کہ سوسن کے پھول کس طرح اُگتے ہیں۔ نہ وہ محنت کرتے، نہ کاتتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ سلیمان بادشاہ اپنی پوری شان و شوکت کے باوجود ایسے شاندار کپڑوں سے ملبّس نہیں تھا جیسے اُن میں سے ایک۔ اگر اللہ اُس گھاس کو جو آج میدان میں ہے اور کل آگ میں جھونکی جائے گی ایسا شاندار لباس پہناتا ہے تو اے کم اعتقادو، وہ تم کو پہنانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرے گا؟ چنانچہ پریشانی کے عالم میں فکر کرتے کرتے یہ نہ کہتے رہو، ہم کیا کھائیں؟ ہم کیا پئیں؟ ہم کیا پہنیں؟ کیونکہ جو ایمان نہیں رکھتے وہی اِن تمام چیزوں کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں جبکہ تمہارے آسمانی باپ کو پہلے سے معلوم ہے کہ تم کو اِن تمام چیزوں کی ضرورت ہے۔ پہلے اللہ کی بادشاہی اور اُس کی راست بازی کی تلاش میں رہو۔ پھر یہ تمام چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی۔ اِس لئے کل کے بارے میں فکر کرتے کرتے پریشان نہ ہو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لے گا۔ آج کے لئے آج ہی کا دکھ کافی ہے"[247]

---

[247] بائبل (KJV) متی ۶: ۲۴ تا ۳۴

دوسری مقام پر انجیل میں عیسیٰؑ کا فرمان ہے کہ:

"مانگو تم کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔ کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جائے گا۔ تم میں سے ایسا کونسا آدمی ہے کہ اگر اس کا بیٹا اس سے روٹی مانگے تو وہ اسے پتھر دے؟۔ یا اگر مچھلی مانگے تو اسے سانپ دے۔ پس جب کہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا؟"[248]

یعنی ہر قسم کی ضروریات اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا۔ بس شرط اتنی سی ہے کہ بھروسہ اللہ پر رکھو۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تمام کام آسان فرمادے گا۔ اسی وجہ سے اللہ کے بندوں نے ہمیشہ اللہ پر ہی بھروسہ کیا ہے۔

[248] بائبل (KJV) متی ۷:۷ تا ۱۱، لوقا ۱۱: ۹ تا ۱۳

استقامتِ دین

ثابت قدمی سے کسی ایک مقصد کے ساتھ جُڑے رہنے کو استقامت کہتے ہیں۔ اور دین کا راستہ تو ہے ہی کٹھن اور دشوار گھاٹی جس میں قدم قدم پر تکلیف پریشانی اور مصیبت کی صورت میں امتحان لیا جاتا ہے۔ تمام انبیاء کرام بھی اسی طرح آزمائے گے مگر وہ ثابت قدم رہے اور انھوں نے یہی تعلیم اپنی امتوں کو دی کہ ہر مصیبت کی گھڑی میں راہ حق مت چھوڑنا۔ کیونکہ اسی تکلیف و پریشانی کے بعد اخروی کامیابی ہے۔

استقامتِ دین ہی کی تلقین کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بھی ہدایات دی تھیں کہ:

"اور میرے نام کے باعث سے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے
مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وُہی نجات پائے گا" [249]

حقیقت یہی ہے کہ جب تک کام مکمل نہ ہو جائے اسے ادھورا نہ چھوڑا جائے چاہے راستے میں کتنی ہی مصیبتیں و مشکلیں کیوں نہ آئیں۔ کامیابی اسی وقت ہے جب روح پرواز کر رہی ہو تو بھی ہماری زبان پر کلمہ حق ہو اسی صورت میں ہم اخروی نجات پا سکتے ہیں۔ اگر دنیاوی تکلیفوں کو دیکھ کر ہم دین سے پھر گئے تو کئے گئے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور ہمارے ہاتھ سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں آئے گا۔

[249] بائبل (KJV) متی ۱۰: ۲۲

نافرمانوں سے حکومت لے لی جائے گی

اخلاقیات کی تعلیمات میں آپؑ نے حکمرانوں کو بھی سبق دیا۔ اور انھیں یہ تنبیہ کی کہ اگر وہ نافرمانی کریں گے تو ان سے حکومت واپس لے لی جائے گی۔

آپؑ کا فرمان ہے کہ:

"اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اس کے پھل لا دے دی جائے گی" [250]

اس فرمان میں اس بنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہے کہ ان سے حکومت و عزت لے لی جائے گی اور پھر اسے دی جائے گی جو کہ اللہ کے فرمانوں پر عمل کرے گی، اس کی توحید کا دم بھرے گی۔

آج ہم مختلف اقوام کو دیکھتے ہیں کہ وہ سب شرک کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، یہودیوں نے حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا تو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کہنا شروع کر دیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں بلکہ کبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات عیسیٰ علیہ السلام کے جسم میں داخل ہو گئی ہے یا حلول کر گئی ہے یعنی اللہ ان میں آ گیا ہے۔ معاذ اللہ - اسی طرح ہندوؤں نے بھی خدا کی مورتیاں اور بت بنا لیے اور ان کی عبادت شروع کر دی۔

جبکہ مسلمان ہی وہ واحد امت ہے جو اب تک جلی شرک کی غلاظتوں سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس خبر کی مصداق صرف یہی امت مسلمہ ہے۔ یعنی امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر قائم و دائم ہے، تعلیم خداوندی کا درخت قائم ہے اور پھل دے رہا ہے

---

[250] بائبل (KJV) متی ۲۱: ۴۳

جہاد اور عیسیٰ علیہ السلام

جہاد لفظ جہد سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں "کوشش کرنا" جہاد کی آخری سطح برائی کے خلاف تلوار سے یا ہاتھ سے کوشش کرنا ہے۔زمانہِ حال میں جہاد صرف مسلمانوں کی اساس سمجھا جاتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں جہاد کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام کیا فرماتے ہیں:

"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں۔ اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے "[251]

"میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا۔ لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے اور جب تک وہ نہ ہولے میں بہت ہی تنگ رہوں گا۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صُلح کرانے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے۔ کیونکہ اب سے ایک گھر میں پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ دو سے تین اور تین سے دو۔ باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا اور بیٹا باپ سے۔ ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے۔ ساس بہو سے اور بہو ساس سے "[252]

"پھر اس نے ان سے کہا کہ جب میں نے تمہیں بٹوے اور جھولی اور جوتی بغیر بھیجا تھا کیا تم کسی چیز کے محتاج رہے تھے؟ انھوں نے کہا کسی

---

[251] بائبل (KJV) متی ۱۰ : ۳۴ تا ۳۶

[252] بائبل (KJV) لوقا ۱۲: ۴۹ تا ۵۳

چیز کے نہیں۔ اس نے ان سے کہا مگر اب جس کے پاس بٹوا ہو وہ اُسے
لے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی چادر بیچ کر
تلوار خریدے۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ لکھا ہے کہ وہ
بدکاروں میں شمار کیا گیا ہے اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضرور ہے۔
اس لئے کہ جو کچھ میرے بارے میں لکھا ہے اسے پورا ہی ہونا
ہے۔ انہوں نے اُس سے کہا اے خداوند دیکھ یہاں دو تلواریں ہیں۔
اس نے ان سے کہا بہت ہیں"[253]

موجودہ عیسائی دنیا اسلامی تصورِ جہاد کی بری طرح سے مخالفت کرتے ہیں مگر شاید انھوں نے اپنی ہی مقدس کتاب کو نہیں پڑھا۔ اوپر دیے گے انجیلوں کے اقتباسات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا مقررہ وقت آپہنچا تو انھوں نے اپنے شاگردوں کو یہ اصول سمجھا دیا کہ حق وسچ کو پھیلاؤ اور اگر کوئی اس کی راہ میں رکاوٹ بنے تو اس سے تلوار کی زبان میں بات کی جائے گی۔ کیونکہ معاشرہ میں قیام امن اور لوگوں کو حقوق دلوانے کے لیے یہ لازمی ہے کہ شر پسند عناصر کے خلاف طاقت کا استعمال کیا جائے، جس کی تعلیمات عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ مگر افسوس اس امر پر ہے کہ جب یہی تصور اسلام پیش کرتا ہے تو اسے دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہے۔

عیسائی مبلغ تلوار خریدنے کے حکم پر تبصرہ کرتے ہوئے مختلف عیسائی علماء کی رائے بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ:

"'تلوار خریدے' خداوند کا اس حکم سے کیا مقصد تھا؟ یہ بات تو صاف
ہے کہ یہ مقصد تو ہر گز نہیں تھا کہ شاگرد تلوار کو دوسروں کے خلاف

---

253 بائبل (KJV) لوقا ۲۲: ۳۶ تا ۳۸

حملہ کرنے کے لئے استعمال کریں۔

تو پھر تلوار سے خداوند کا کیا مطلب تھا؟

۱۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُس کا اشارہ روح کی تلوار کی طرف تھا جو خدا کا کلام ہے۔ یہ ممکن ہے۔ مگر پھر بٹوہ اور جھولی اور چادر کے بھی روحانی معنی متعین کرنا ہوں گے۔

۲۔ ولیمز کا خیال ہے کہ تلوار کا مطلب باقاعدہ حکومت کی محافظت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ رومیوں ۱۳: ۴ میں تلوار حاکم کی طاقت اور اختیار کا بیان کرتی ہے۔

۳۔ لینگ کی رائے ہے کہ تلوار انسانی دشمنوں کے خلاف دفاع کے لئے ہے مگر حملہ کرنے کے لئے نہیں ہے۔ لیکن متی کے بیان کے مطابق دفاعی مقاصد کے لئے بھی تلوار کا استعمال جائز معلوم نہیں ہوتا۔

۴۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ تلوار صرف جنگلی جانوروں سے بچاؤ کے لئے تھی۔ یہ بات ممکن معلوم ہوتی ہے "[254]۔

مصنف نے تلوار رکھنے کے بہت سے مقاصد لکھ دیے ہیں مگر اصل مقصد جو کہ تمام ذی شعور لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تلوار رکھنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ نہ صرف اپنا دفعہ کیا جا سکے بلکہ بوقتِ ضرورت اس سے دشمنوں پر حملہ بھی کیا جائے، اور یہی تلوار شریر لوگوں کو سزا دینے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔

مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ (متی ۱۰: ۲۲) میں دی گئی جہادی تعلیم کے متعلق لکھتے ہیں کہ: یہ عبارت حضرت کلمتہ اللہ کی زندگی کا پروگرام بتا رہی ہے اور یہ بھی صراحتاً بتاتی ہے کہ آپ کی تعلیم میں تلوار چلانا بھی داخل تھا۔ چونکہ تلوار چلانے کے لئے جمعیت اور

---

[254] ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب، ج۔۲، ص۔۲۱۳۔۲۱۴ ترجمہ جیکب سموئیل۔

سامانِ جنگ کی ضرورت ہے جو مسیح کو حاصل نہ ہوا اس لئے یہ ارادہ عملاً ظہور پذیر نہ ہو سکا۔ اس سے نفی ثابت نہیں ہوتی۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی مسلمان کہے کہ میں نے اس دفعہ سال بھر کی رخصت اس لئے حاصل کی ہے کہ میں مقامات مقدسہ کی زیارت کر آؤں۔ مگر علالت طبع یا سفر کی صعوبت اس کو مانع ہو تو یہ چیز اس کے ارادہ کی نقیض نہیں ہے۔

قرآن مجید کا جہادی حکم بہ نسبت تورات (وانجیل) کے بہت نرم ہے۔ کیونکہ اس میں یہ بھی ارشاد ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّه [255]

"عین حالت جنگ میں فریق محارب اگر صلح پر آمادہ ہو جائے تو تم بھی ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو" [256]

---

[255] القرآن:الانفال ۸ :۶۱

[256] امرتسری ثناءاللہ: اسلام اور مسیحیت، ص۔۳۶، نعمانی کتب خانہ، لاہور۔

پہاڑی کا وعظ

عہد نامہ جدید میں اخلاقی تعلیماتِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جتنا بھی مواد ہے اس میں سے پہاڑی کا وعظ سب سے زیادہ مشہور ہے بلکہ عیسائی مبلغین کو اس وعظ پر بڑا ناز ہے۔ ایک عیسائی مبلغ کہتا ہے کہ "یہ یسوع مسیح کی بادشاہی کی اخلاقی شریعت ہے یا بالفاظِ دیگر اسے نئے عہد نامہ میں وہی مقام حاصل ہے جو دس احکامِ عشرہ کو پرانے عہد نامہ میں ہے"۔ مزید کہتا ہے کہ "پہاڑی وعظ شریعت کی معراج ہے"[257]

پہاڑی کا وعظ (Sermon on the mount) متی نے باب ۵ سے لے کر باب ۷ تک ذکر کیا ہے۔

> "دراصل لفظ "واعظ" قدرے غلط فہمی پیدا کرتا ہے۔ متی یہ نہیں کہتا کہ مسیح خداوند نے ہماری طرح پہلے کوئی وعظ تیار کیا اور پھر منبر سے سنا دیا، بلکہ یہ کہ بھیڑ معجزے دیکھنے کے لئے ان کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ لہذا وہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے تاکہ ان کے قریبی لوگ دوسروں کی نسبت ان کے زیادہ قریب آجائیں، اور پھر وہ ان کو لے کر نزدیک ہی کسی ہموار جگہ پر بیٹھ گئے۔ وہاں وہ ان کو اور بالخصوص شاگردوں کو جو ان کے زیادہ نزدیک تھے تعلیم دینے لگے"[258]۔
>
> (مسیح گلیل کے پہاڑی سلسلہ میں) بھیڑ کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ وہ جب بیٹھا تو اس کے شاگرد اس کے پاس آئے۔ اور وہ اپنی زبان کھول کر ان کو یوں تعلیم دینے لگا:

---

257 چارلس گور: المسیح کے پہاڑی وعظ کی عملی تشریح، ص۔۷ تا۹ ترجمہ وکلف اے سنگھ، ایم۔ آئی۔ کے، لاہور ۲۰۰۹ء

258 خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، ص۔۲۰۹

"مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے۔
مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔
مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔
مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے۔
مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔
مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔
مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔
مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے۔
جب میرے سبب سے لوگ تم کو لعن وطعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تم مبارک ہو گے۔ خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے اس لئے کہ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا" [259]

پہاڑی کا وعظ مبارک بادیوں سے شروع ہوتا ہے جس میں غریبوں کو نوید سنائی گئی ہے کہ وہ خدائی بادشاہی یعنی آخرت میں بھی کامیاب ہونگے۔ ساتھ ہی غمگین دل کو بھی تسلی دی گئی ہے۔ اس کے بعد حلیم، برداشت کرنے والوں کو زمین میں کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔ جو راستبازی، دیانت برتتے ہیں ان کے لیے آسودگی کی نوید ہے، رحم دلوں پر رحم کیا جائے گا یعنی جو دنیا میں رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دینا و آخرت میں ان پر رحم کرے گا، اور پاک لوگوں کو بشارت ہے کہ وہ اللہ کو دیکھیں گے یعنی قیامت والے دن جو لوگ نیک اعمال

---

[259] بائبل (KJV) متی ۵: ۱ تا ۱۲

کر کے آئے ہونگے انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا۔ اور صُلح کروانے والے خدا کے بیٹے کہلائیں گے یعنی وہ اللہ کے مقرب ہونگے۔

اس وعظ سے عیسائیوں کو نصیحت پکڑنی چاہیے کہ جب صلح کروانے والے بھی خدا کے بیٹے ہوئے تو پھر مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ اس وعظ کے مطابق تو بہت سے لوگ ابن اللہ ہو جائیں گے۔

غصہ کے بارے میں تعلیم

غصہ کی حالت میں انسان جذبات کی رو میں بہک کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اور غلط فیصلے کرتا ہے جس کے نتیجے میں اسے بعد میں پچھتاوا کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے عقلمندی اسی میں ہے کہ انسان غصہ کی حالت میں بھی اپنے حواس پر قابو رکھے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہو گا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر غصے ہو گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہو گا اور جو اس کو احمق کہے گا وہ صدر عدالت کی سزا کے لائق ہو گا اور جو اس کو احمق کہے گا وہ آتشِ جہنم کا سزاوار ہو گا۔ پس اگر تو قربان گاہ پر اپنی نذر پیش کر رہا ہو اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے۔ تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر۔ تب آکر اپنی نذر گزران" [260]

"جب تک تو اپنے مدعی کے ساتھ راہ میں ہے اس سے جلد صلح کر لے کہیں ایسا نہ ہو کہ مدعی تجھے منصِف کے حوالے کر دے اور منصِف تجھے سپاہی کے حوالے کر دے اور تو قید خانہ میں ڈالا جائے۔ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک تو کوڑی کوڑی ادا نہ کر دیگا وہاں سے ہرگز نہ چھوٹے گا" [261]۔

---

[260] بائبل (KJV) متی ۵: ۲۱ تا ۲۴

[261] بائبل (KJV) متی ۵: ۲۵ تا ۲۶

در گزر

انسانی معاشرہ جہاں لوگ ایک دوسرے سے معاملات کرتے ہیں وہیں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں جن سے آپس میں تلخیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایسے وقت میں انسانی رویہ کیسا ہونا چاہیے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

> " تم آدمیوں کے قصور معاف کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا۔ اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کروگے تو تمہارا باپ بھی تمہارا قصور معاف نہیں کرے گا" [262]

یعنی آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر ہم دنیا میں لوگوں کے ساتھ در گزر کا معاملہ رکھیں گے تو قیامت کے دن ہمارے ساتھ بھی در گزر کا معاملہ کیا جائے گا۔

---

[262] بائبل (KJV) متی ۶: ۱۴۔۱۵

ریاکاری کی مذمت

یہودی جب عبادت خانوں میں نذرانے خیرات وغیرہ دیتے تھے تو شور وغُل کر کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام ان کی اس حرکت کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو۔ نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لیے کچھ اجر نہیں ہے۔ پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگانہ بجوا جیسا ریاکار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی بڑائی کریں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے۔ تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا"[263]

"اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو۔ تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا"[264]

---

[263] بائبل (KJV) متی ۶: ۱ تا ۴

[264] بائبل (KJV) متی ۶: ۱۶ تا ۱۸

ان تعلیمات سے یہ سبق ملتا ہے کہ نیک کام کرتے ہوئے نیت صرف یہ ہونی چاہیے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو۔ اگر نیت اس کے برعکس ہو گی تو وہ عمل ضائع ہو جائے گا اور اللہ کے ہاں اس کی کوئی وقعت نہیں ہو گی۔

عدل و انصاف

کسی بھی معاشرہ کی بقا اور ترقی کے لیے عدل و انصاف انتہائی ضروری ہے۔ جب تک کسی معاشرہ میں عدل و انصاف قائم نہ ہو گا اس وقت تک وہ معاشرہ انارکی اور انتشار کا شکار رہو گا اور ترقی اور فلاح و بہبود کے راستے مسدود ہو جائیں گے۔ کیونکہ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہو جائیں گے۔ جس کی وجہ سے لوگ چین و سکون کے ساتھ اپنے کام کاج سر انجام نہ دے سکیں گے جس سے ترقی کا سفر رک جائے گا۔ جس کا نتیجہ معاشرے کی تباہی اور بربادی کی شکل میں سامنے آئے گا اس لیے کہا جاتا ہے کہ کوئی ملک کفر کی بنیاد پر تو قائم رہ سکتا ہے لیکن ظلم کی بنیاد پر باقی نہیں رہ سکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ: "یہ میرا خادم ہے جسے میں نے چنا ہے، میرا محبوب ہے جس سے میرا دل خوش ہے، میں اپنی روح اس پر نازل کروں گا، اور یہ غیر قوموں میں انصاف کا اعلان کرے گا"[265]

> "اے ریاکارو فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ پودینہ اور سونف اور زیرہ کا تو دسواں حصہ خدا کے نام کا دیتے ہو پر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔ اے اندھے راہ بتانے والو جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو"[266]

اس قول سے انصاف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ انصاف کے دامن کو کبھی بھی کسی حال میں اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

---

[265] بائبل (KJV) متی 18:12

[266] بائبل (KJV) متی 23:23-24

دوسروں کی عیب جوئی

کسی کے عیب تلاش کرنے سے یقیناً اس کی شخصیت آپ کے نزدیک مجروح ہو جائے گی کہ جس کی وجہ سے اس کی عزت و تکریم آپ کے نزدیک نہیں رہے گی۔ دوسروں کی عیب جوئی کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، نقصان ہی نقصان ہے۔ عیب تلاش کرنے کی وجہ سے لوگ متنفر ہو جائیں گے۔ جس سے معاشرہ کا امن و سکون برباد ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے سختی سے منع فرمایا:

"عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے۔ کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ تو کیونکہ اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا۔ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ سے تنکا نکال دوں۔ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا"[267]

یعنی دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ میں رہنے کے بجائے اپنی خامیاں تلاش کر کے ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنے اعمال و کردار پر نظر رکھنی چاہیے بجائے اس کے کہ لوگوں کی برائی تلاش کر کے ان کی تشہیر کی جائے۔ یہ ایک ایسی حرکت ہے جس سے نقص امن کا خدشہ رہتا ہے، تعلقات خراب ہوتے ہیں، آپس میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ عیب جوئی کسی معاشرہ کی تباہی کا پہلا قدم ہوتا ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے اور دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرنی چاہیے نہ کہ تشہیر۔

---

[267] بائبل (KJV) متی ۷: ۱ تا ۵

باطن بھی صاف ہونا چاہیے

جسمانی صفائی کے ساتھ ساتھ روحانی صفائی بھی ہونی چاہیے، مہذب معاشرہ اس وقت ترتیب پا سکتا ہے جب وہاں کے رہائشی بیرونی صفائی کے ساتھ اندورنی صفائی کا بھی لحاظ رکھتے ہوں۔

"کیونکہ کوئی اچھادرخت نہیں جو بُرا پھل لائے اور نہ کوئی برا درخت ہے جو اچھا پھل لائے۔ ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے کیونکہ جھاڑیوں سے انجیر نہیں توڑتے اور نہ جھڑبیری سے انگور۔ اچھا آدمی اپنے دل کے اچھے خزانے سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور برا آدمی بُرے خزانہ سے بری چیزیں نکالتا ہے کیونکہ جو دل میں بھرا ہے وہی اس کے منہ پر آتا ہے"[268]

مثال کے ذریعے یہ سمجھایا گیا ہے کہ درخت کے پھل اچھے یا برے ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ درخت خود کیسا ہے۔ ہم درخت کا اندازہ یا فیصلہ اس کے پھل کی قسم اور خوبی سے کرتے ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے کہ جو شخص اخلاق میں پاکیزہ اور روحانی لحاظ سے صحت مند ہے وہ اپنے دل کے اچھے خزانہ سے دوسروں کے لئے اچھی چیزیں ہی نکالے گا اور اس کے برعکس جو شخص باطنی طور پر ناپاک ہو گا تو وہ برائی ہی پیدا کرے گا اور معاشرہ میں فساد ہی برپا کرے گا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

"پیڑ بوئے ببول کے تو آم کہاں سے کھائے"

---

[268] بائبل (KJV) لوقا ۶: ۴۳ تا ۴۵

ماں باپ کی عزت

"خدا نے فرمایا ہے تو اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کرنا اور جو باپ یا ماں کو برا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے"[269]

"اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کر اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا اپنے آپ کو"[270]

بائبل میں ماں باپ کی عزت و احترام کا حکم تو موجود ہے مگر اس کی عملی صورت موجود نہیں ہے۔ پوری بائبل میں کہیں بھی کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس میں مسیح کو اپنے والد (بائبل کے بیان کے مطابق) یوسف سے بات چیت کرتے دکھایا گیا ہو۔

صرف دو جگہ پر مسیح اور اس کی والدہ مریم کی گفتگو ریکارڈ کی گئی ہے۔ مگر اس میں مسیح نے والدہ کے لئے سخت اور نازیبہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ مرقس نے بیان کیا ہے کہ جب مسیح گھر سے اچانک غائب ہو گیا تو اس کی والدہ اور اُس کے بھائی اس کو ڈھونڈتے ہوئے جب اس کے پاس پہنچے:

"پھر اس کی ماں اور اس کے بھائی آئے اور باہر کھڑے ہو کر اسے بُلوا بھیجا۔ اور بِھیڑ اس کے آس پاس بیٹھی تھیں اور انھوں نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر تجھے پوچھتے ہیں۔

تو مسیح نے جواب دیا:

"اس نے ان کو یہ جواب دیا میری ماں اور میرے بھائی کون ہیں"[271]۔

---

269 بائبل (KJV) متی ۱۵: ۴، مرقس ۷: ۴

270 بائبل (KJV) متی ۱۹: ۱۹

271 بائبل (KJV) مرقس ۳: ۳۱ تا ۳۳

دوسرا واقعہ یوحنا نے نقل کیا ہے:

> "پھر تیسرے دن قانای گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے (شراب) ہوچکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا: اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا"[272]

دونوں واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ماں کو'اے عورت' کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے جبکہ دوسرے واقعہ میں تو مسیح کو شراب کے نشہ میں مدہوش دکھاکر ماں کی بے ادبی کروائی گئی ہے۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماں باپ کی عزت کی تعلیم تو موجود ہے مگر اس پر عمل نہیں کیا گیا۔ اس بات کی کھلی گواہی ہے کہ موجودہ بائبل مرکب ہے خدائی تعلیم کا اور انسانی کھلواڑ کا، جس کی وجہ سے آج بائبل کا کوئی حصہ بھی قابلِ اعتبار نہیں رہا۔ جبکہ اس کے دوسری طرف اسلام کی تعلیمات ہیں کہ والدین کا ادب واحترام کرو، ان کا کہا مانو ان کے اگے اُف تک نہ کہو، اور جب ہم حضرت محمد ﷺ کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ان کی پوری زندگی میں والدین، بزرگوں، بچوں بلکہ دشمنوں سے بھی بدتمیزی کا ایک بھی واقعہ نظر نہیں آتا۔ غیر مسلم انھیں نبی نہیں تسلیم کرتے پھر بھی وہ اس قسم کی ایک مثال بھی پیش نہیں کرسکتے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد ﷺ کے قول وفعل میں تضاد نہیں تھا اور نہ ہی آج تک اسلام کی بنیادی کتب میں کسی قسم کی تحریف کی جاسکی ہے اور نہ ہی کی جاسکتی ہے۔(جیسا کہ ہم نے باب اول میں ثابت کیا کہ آج بھی قرآن اسی حالت میں موجود ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا)

---

[272] بائبل (KJV) یوحنا ۲: ۱ تا ۴

زبان کی حفاظت

زبان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے یہ ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ جس پر دنیا اور آخرت کی کامیابی کا انحصار ہے۔زبان سے نکلے ہوئے الفاظ انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔

چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"کیا نہیں سمجھتے کہ جو کچھ منہ میں جاتا ہے وہ پیٹ میں پڑتا اور مزبلہ میں پھینکا جاتا ہے۔ مگر جو باتیں منہ سے نکلتی ہیں وہ دل سے نکلتی ہیں اور وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ کیونکہ برے خیال، خونریزیاں، زنا کاریاں، حرامکاریاں، چوریاں، جھوٹی گواہیاں۔ بد گوئیاں دل ہی سے نکلتی ہیں۔یہی باتیں ہیں جو آدمی کو ناپاک کرتی ہیں "[273]۔

اس فرمان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ناپاک کرنے کا سب سے بڑا سبب زبان ہے۔ کیونکہ زبان سے الفاظ کو نکالتے وقت احساس نہیں ہوتا لیکن جب الفاظ نکل جاتے ہیں بعد میں ان کی تلخی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس معاملے میں بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بولنے سے پہلے تول لینا چاہیے یعنی سوچنا چاہیے کہ ہم کیا کہنے جا رہے ہیں۔

---

[273] بائبل(KJV) متی ۱۵: ۱۷ تا ۲۰، مرقس ۷: ۱۴ تا ۲۳

جب کوئی گناہ کرے

اگر کسی سے تمہارے حق میں کوتاہی ہو جائے یا کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جس سے تمہیں تکلیف ہو تو چاہیے کہ اسے سمجھایا جائے اور اس کی اصلاح کی جائے۔یعنی رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کی جائے ان سے ہونے والی کوتاہیوں کو معاف کیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے تاکہ رشتہ داری ٹوٹنے نہ پائے۔اسی کے متعلق تعلیم دی گئی ہے کہ:

"اگر تیرا بھائی تیرا گناہ کرے تو جا اور خلوت میں بات چیت کر کے اسے سمجھا۔ اگر وہ تیری سنے تو تو نے اپنے بھائی کو پالیا۔ اور اگر نہ سنے تو ایک دو آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جا تاکہ ہر ایک بات دو تین گواہوں کی زبان سے ثابت ہو جائے۔ اگر وہ ان کی سننے سے بھی انکار کرے تو کلیسا سے کہہ اور اگر کلیسا کی سننے سے بھی انکار کرے تو تو اسے غیر قوم والے اور محصول لینے والے کے برابر جان" [274]۔

꧁꧂

[274] بائبل(KJV) متی ۱۸: ۱۵ تا ۱۷

دوسروں کو معاف کرنا

معاشرہ میں امن، سکون اور بھائی چارہ قائم رکھنے کے لیے نہ صرف درگزر سے کام لینے کی ضرورت ہے بلکہ دوسروں کے ساتھ 'عفو' کا رویہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں کئی خطائیں اور غلط فہمیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہر وقت رہتا ہے اس لیے لازمی ہے کہ ہم دوسروں کی عام غلطیوں کو معاف بھی کریں۔ انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان موجود ہے کہ:

"اور جب کہ تم دعا کے لئے کھڑے ہو اگر تمھیں کسی پر کچھ شکایت ہو تو اسے معاف کرو تا کہ تمھارا باپ بھی جو آسمان پر ہے۔ تمھارے قصوروں کو معاف کرے اور اگر معاف نہ کرو گے تو تمھارا باپ جو آسمان پر ہے تمھارے قصور بھی معاف نہ کرے گا"[275]

"پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمھارے ساتھ کریں ویسا تم بھی ان کے ساتھ کرو"[276]

دوسری جگہ آپؑ کا فرمان درج ہے کہ:

"پطرس نے اس کے پاس آ کے کہا اے خداوند اگر میرا بھائی میرا گناہ کرے تو میں کتنی مرتبہ معاف کروں سات مرتبہ تک؟۔ یسوع نے اسے کہا میں تجھے سات مرتبہ تک نہیں کہتا بلکہ ستر کے سات مرتبہ تک"[277]

---

275 بائبل (KJV) مرقس ۱۱: ۲۵۔۲۶

276 بائبل (KJV) متی ۷: ۱۲

277 بائبل (KJV) متی ۱۸: ۲۱۔۲۲

معاف نہ کرنے والے

عیسیٰ علیہ السلام نے دوسروں کو معاف نہ کرنے والوں کے لیے سخت سزا کی وعید سنائی ہے:

" میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ کہ سات بار بلکہ سات دفعہ کے ستر بار تک (معاف کر)۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اُس مالک نے خفا ہو کر اُس کو جلادوں کے حوالہ کیا کہ جب تک تمام قرض ادا نہ کر دے قید رہے۔ میرا آسمانی باپ بھی تمہارے ساتھ اسی طرح کرے گا اگر تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کو دل سے معاف نہ کر دے "[278] یہ اخلاقیات کی بہترین تعلیم میں سے ہے کہ ایک دوسرے کو معاف کرنا چاہیے، انسانی معاشرہ میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور وہ مختلف اچھی بری حرکتیں کرتے رہتے ہیں لہذا ہمیں ان سے درگزر سے کام لینا چاہیے اور ان کی غلطیوں کو معاف کرتے رہنا چاہیے۔ اور اگر ہم درگزر سے کام نہیں لیں گئیں تو ہمارا خدا بھی ہم سے اسی طرح کا رویہ برتے گا اور حساب کتاب میں سختی کی جائے گی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے قول سے یہی مفہوم سامنے آتا ہے۔ واللہ اعلم

[278] بائبل (KJV) متی ۱۸ :۲۲ تا ۳۵

کہنا کچھ اور کرنا کچھ

"اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں" [279]

قول و فعل میں تضاد ایک ایسی عادت ہے جسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا بلکہ ایسے کردار کے لوگوں کو معاشرہ میں انتہائی بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ ایک منافقانہ انداز ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ایسے لوگوں سے بچنے کی ہدایت کی ہے خصوصاً جب ایسے لوگ مذہبی تعلیمات دیں اور خود اُس پر عمل نہ کرتے ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے مندرجہ بالا احکام کی تشریح میں ایک عیسائی مصنف رقم طراز ہیں کہ:

"عیسیٰؑ عام لوگوں اور اپنے شاگردوں کو فریسیوں اور فقیہوں سے خبردار رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ راہنما موسیٰ کی گدی پر بیٹھے تھے یعنی موسیٰ کی توریت کی تعلیم دیتے تھے۔ عام طور پر ان کی تعلیم قابل اعتماد تھی۔ مگر ان کے اعمال ایسے نہیں تھے۔ ان کا عقیدہ ان کے کردار سے بہتر تھا۔یعنی بول بڑے تھے اور کام چھوٹے ۔ اس لئے یسوع نے کہا کہ جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں" [280]

---

[279] بائبل (KJV) متی ۲۳: ۱ تا ۳

[280] ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب ترجمہ جیکب سموئیل، ج۔۱، ص۔۲۲۰

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی یہودیوں کے اس فعل کی مذمت کی ہے کہ:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ [281]

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کو بھی پڑھتے ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو؟"

یعنی قول فعل کا تضاد تو بے عقلوں کا کام ہے۔ مومنوں کو ایسا قطعاً جائز نہیں ہے بلکہ یہ تو منافقوں کا کام ہے اور ان کا یہی قول و فعل کا تضاد ان کی تباہی و بربادی کا سبب بنے گا۔

---

[281] القرآن:البقرہ ۲: ۴۴

خواہشِ نفس کے پیروکار

معاشرے میں بگاڑ کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ انسان بجائے حق کی پیروی کرنے کے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی شروع کردے۔ ایسامعاشرہ افراتفری کا شکار ہو جاتا ہے اور لوگوں کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ پھر وہاں دوسروں کے حقوق کاخیال نہیں رکھاجاتا۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اے ریاکار فقیھو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ پودینہ اور سونف اور زِیرہ پر تو دَہ یکی دیتے ہو پر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑدیا ہے۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔

اے اندھے راہ بتانے والو جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ پیالہ اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اندر لُوٹ اور ناپرہیز گاری سے بھرے ہیں۔

اے اندھے فریسی! پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف کرتا کہ اُوپر سے بھی صاف ہو جائیں۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اُوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں

ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو "[282]

یعنی کتاب الٰہی میں سے کچھ احکامات کو ماننا اور کچھ کو چھوڑ دینا یہ ایک انتہائی مکروہ فعل ہے۔ اپنی پسند کے احکامات پر عمل کرنا اور تکلیف دہ چیزوں کو چھوڑ دینا۔ یہ حرکت ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے تمام اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے انسان اسی طرح گندا ہو جاتا ہے جیسے کہ قبر اندر سے اندھیری اور نجاست سے بھری ہوتی ہے۔

" جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص بعض احکام شرعیہ کی تعمیل کرے اور جو حکم اس کی طبیعت یا عادت یا مرضی کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دے تو بعض احکام کی تعمیل اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتی اور ایسا انکار دراصل پوری کتاب اللہ کا انکار ہوتا ہے۔ ایسے لوگ حقیقتاً اپنے نفس کے پیروکار ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ کے نہیں ہوتے "[283]

---

282 بائبل (KJV) متی ۲۳: ۲۳ تا ۲۸

283 کیلانی عبد الرحمٰن: تیسیر القرآن، ج۔۱، ص۔۸۷

پڑوسی سے پیار

امن وسکون اور شانتی کے لیے لازمی ہے کہ معاشرے کا ہر فرد دوسرے افراد یعنی اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کا اسی طرح سے خیال رکھے جیسے وہ اپنا رکھتا ہے۔
انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد بیان کیا گیا ہے کہ:

"اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ"[284]

"اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ"[285]

پڑوسی وہ ہے جو ہمارے گھر کے قریب ہو، اس کا ہم پر بہت حق ہے۔ ان کی ہمسائیگی کا خیال رکھتے ہوئے ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ کہیں ہماری کسی حرکت سے اسے تکلیف نہ ہو رہی ہو۔ لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ آج کل لوگ حق ہمسائیگی کا کچھ خیال نہیں کرتے، نہ ہی ان کی شرارتوں سے ان کے ہمسائے امن میں ہوتے ہیں۔ بلکہ آپ انھیں ہمیشہ آپس میں الجھتے، مخالفت کرتے، حقوق پر زیادتی کرے، اور ہر لحاظ سے ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاتے ہوئے دیکھیں گے۔

---

284 بائبل (KJV) متی ۱۹: ۱۹

285 بائبل (KJV) متی ۲۲: ۳۹

پڑوسی کون

پڑوسیوں کا تو خیال رکھنا چاہیے مگر سوال یہ ہے پڑوسی کہتے کسے ہیں۔ کہاں تک کے رہاشی ہمارے پڑوسی ہیں۔ یہی سوال جب عیسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا تو ! آپؑ نے کیا جواب دیا؟ انجیل میں مذکور ہے کہ: "مگر اُس نے اپنے تئیں راستباز ٹھہرانے کی غرض سے یسوع سے پوچھا پھر میرا پڑوسی کون ہے؟"

یسوع نے جواب میں کہا کہ: "ایک آدمی یروشلم سے یریحو کی طرف جارہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گھر گیا۔ انہوں نے اس کے کپڑے اتار لئے اور مارا بھی اور ادھ موًا چھوڑ کر چلے گئے۔ اتفاقاً ایک کاہن اسی راہ سے جارہا تھا اور اسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ اسی طرح ایک لاوی اس جگہ آیا۔ وہ بھی اسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ لیکن ایک سامری سفر کرتے کرتے وہاں آنکلا اور اسے دیکھ کر اس نے ترس کھایا اور اس کے پاس آکر اس کے زخموں کو تیل اور مے لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے گیا اور اس کی خبر گیری کی۔ دوسرے دن دو دینار نکال کر بھٹیارے کو دئے اور کہا اس کی خبر گیری کرنا اور جو کچھ اس سے زیادہ خرچ ہو گا میں پھر آکر تجھے ادا کر دوں گا"

یسوع نے پوچھا!

"ان تینوں میں سے اس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا؟" اُس نے کہا وہ جس نے اس پر رحم کیا۔

یسوع نے اس سے کہا جا تو بھی ایسا ہی کر "[286]

---

[286] بائبل (KJV) لوقا ۱۰ ۲۹ تا ۳۷

گھر میں داخل ہوتے وقت دعائے خیر یعنی سلام کرنا

سلام کرنا یعنی سامنے والے کے لیے سلامتی کی دعا کرنا، یہ ایک ایسا شعائر ہے جس سے معاشرہ میں محبت بھائی چارہ عام ہوتا ہے۔ سلام کرنے کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہو گی۔ محبت ایمان کی دلیل ہے اور ایمان جنت میں لے کے جائے گا۔

سلام کرنا اسلامی شعائر ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام نے بھی سلام کے الفاظ اُسی طرح سکھائے جس طرح حضرت محمد ﷺ نے بتلائے ہیں۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ وہ جب کسی محفل میں جاتے تو اپنی بات کا آغاز سلام سے کرتے:

"وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع ان کے درمیان آکھڑا ہوا اور ان سے کہا تم پر سلامتی ہو(Peace be with you)" [287]

"اور گھر میں داخل ہوتے وقت اسے دعائے خیر دینا۔ اور اگر وہ گھر لائق ہو تو تمہارا سلام اسے پہنچے اور اگر لائق نہ ہو تو تمہارا سلام تم پر پھر آئے" [288]

یعنی اگر ان الفاظ کا عربی میں ترجمہ کیا جائے تو کہا جائے گا: " السلام علیکم "

---

[287] بائبل(KJV)لوقا ۲۴:۳۶، یوحنا ۲۰:۱۹

[288] بائبل(KJV) متی ۱۰: ۱۲۔۱۳

لالچ کے بارے میں تنبیہ

مادی چیزوں کا حرص ایک ایسی برائی ہے جو کہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ یہ ایسی خواہش ہے جس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ بلکہ اس کے باعث انسانی وجود کا اصل مقصد بھی غائب ہو جاتا ہے۔

آپ علیہ السلام کا فرمان انجیل میں کچھ اس طرح سے نقل کیا گیا ہے:

"اور اس نے ان سے کہا خبردار! اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو کیونکہ کسی کی زندگی اس کے مال کی کثرت پر موقوف نہیں" [289]

جے آر مل اس سلسلے میں رقمطراز ہے کہ "جب ہم اپنے ارد گرد نظر مارتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی کا دارومدار واقعی "اس کے مال کی کثرت" پر موقوف ہے۔ انسان کا خیال ہے کہ میری اہمیت اور قدر میرے مال و دولت کی مناسبت سے ہے۔ اور ایسا لگتا بھی ہے کیونکہ دنیا کسی انسان کو اس کے بینک بیلنس سے ناپتی ہے۔ لیکن اس سے زیادہ مہلک غلطی اور کوئی نہیں۔ انسان کا صحیح پیمانہ یہ نہیں کہ اس کے پاس کیا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ خود کیا ہے" [290]

ایک اور مقام پر عیسیٰ علیہ السلام کا قول اس طرح درج ہے کہ:

"کوئی نوکر دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں

---

[289] بائبل (KJV) لوقا ۱۲: ۱۵

[290] ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب ترجمہ جیکب سموئیل، ج۔ ۲، ص۔ ۱۳۳

کر سکتے "[291]

یہ حقیقت ہے کہ بیک وقت خدا اور دولت دونوں ہمارے لئے مقصدِ حیات نہیں ہو سکتے۔ اگر دولت یا روپیہ پیسہ ہمارا مالک بن جائے تو ہم کسی صورت خدا کی عبادت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ضروری ہے کہ دولت جمع کرنے کے لئے ہم اپنی بہترین کوششیں اس کے لئے وقف کر دیں۔ اور دولت ہی کے حصول کے لئے ہمارا وہ وقت بھی ضائع ہو جاتا ہے جسے اللہ کی عبادت میں صرف کرنا چاہیے تھا۔

---

[291] بائبل (KJV) لوقا ۱۶: ۱۳

دیانت داری

اچھی اور مہذب قوموں کے اچھے اوصاف میں سے ایک وصف امانت و دیانت کا بھی ہے۔ یہ خوبی کسی بھی قوم کے اچھے ہونے کی دلیل ہے۔ معاشرہ میں جب تک لین دین کے معاملات میں دیانت داری نہ اپنائی جائے معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا بلکہ اس معاشرہ میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے بھی ایسی قوموں کی طرف عذاب نازل کیا جاتا ہے۔

دیانت داری کی سب سے زیادہ ضرورت مذہب میں ہوتی ہے یعنی علماء کرام اور دوسرے مذہبی طور پر مضبوط لوگوں کے لیے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی صحیح طور پر نمائندگی کریں۔ عوام الناس کو مسائل ایمانداری اور غیر جانبداری سے بتلائیں نہ کہ اپنی طرف سے مسائل گھڑ لیے جائیں اللہ کے دین کو بھی بدل کر رکھ دیا جائے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کے مندرجہ قول میں اشارہ کیا گیا ہے۔

مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے بھی دین مسیحی سے پھر گئے اور اپنی طرف سے نئے نئے خود ساختہ مسئلے گھڑ کر ان پر عمل شروع کر دیا گیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام دیانت داری کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

> "جو بہت تھوڑے میں دیانتداری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ بہت زیادہ میں بھی دیانتدار رہتا ہے۔ پس اگر تم دنیا کی جھوٹی دولت کے معاملہ میں دیانتدار ثابت نہ ہوئے تو حقیقی دولت کون تمہارے سپرد کرے گا؟ اگر تم نے کسی دوسرے کے مال کی خیانت کی تو جو تمہارا اپنا ہے اسے کون تمہیں دے گا؟"[292]

---

[292] بائبل (KJV) لوقا ۱۶: ۱۰ تا ۱۲

کسی پر ظلم نہ کرو

انسانی معاشرہ اسی وقت امن وسکون کا گہوارہ بن سکتا ہے جب وہاں کسی پر ظلم نہ ہو ہر کسی کو اس کے حقوق مکمل طور پر دیے جائے۔

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نہ کسی پر ظلم کرو نہ تہمت لگاؤ" [293]

ایک طرف تو ظلم نہ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے مگر عملی طور پر اس کی مخالفت موجود ہے۔ چنانچہ مسیح نے بڑوں کی سزا کے طور پر معصوم بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جبکہ یہ وہ واضح ظلم جس کی کوئی صفائی پیش نہیں کی جاسکتی۔

عہد نامہ جدید کی آخری کتاب، یوحنا کا مکاشفہ میں لکھا ہے کہ:

"Behold, I will cast her into a bed, and them that commit adultery with her into great tribulation, except they repent of their deeds. **And I will kill her children with death;** and all the churches shall know that I am he which searcheth the reins and hearts: and I will give unto every one of you according to your works." [294]

" دیکھ میں اس کو بستر پر ڈالتا ہوں اور جو اس کے ساتھ زِنا کرتے ہیں اگر اس کے برے کاموں سے توبہ نہ کریں تو ان کو بڑی مصیبت میں

---

[293] بائبل (KJV) لوقا ۱۳: ۱۴

[294] Holy Bible (KJV): Revelations 2:22-23

پھنساتا ہوں۔ اور اس کے بچوں کو جان سے ماروں گا اور سب کلیساؤں
کو معلوم ہو گا کہ گُردوں اور دلوں کو جانچنے والا میں ہی ہوں اور میں
تم میں سے ہر ایک کو اس کے کاموں کے موافق بدلہ دوں گا"

بائبل کی مندرجہ بالا متضاد تعلیمات ظاہر کرتی ہیں کہ کتابِ مقدس ہم تک پہنچنے میں کئی قسم کے ردوبدل کے ادوار دیکھ چکی ہے۔

صلہ رحمی

عزیزو اقارب کے بارے میں آپ علیہ السلام کا فرمان انجیل میں منقول ہے کہ:

"پطرس نے اس کے پاس آکے کہا اے خداوند اگر میرا بھائی میرا گناہ کرے تو میں کتنی مرتبہ معاف کروں سات مرتبہ تک ؟۔ یسوع نے اسے کہا میں تجھے سات مرتبہ تک نہیں کہتا بلکہ ستر کے سات مرتبہ تک " [295]

یعنی صلہ رحمی کرنی چاہیے قریبی رشتہ داروں سے احسان اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ ان کے معاملات میں نرمی اختیار کرنی چاہیے۔ بار بار کی غلطیوں کو بھی جہاں تک ہو سکے معاف کرتے ہوئے درگزر سے کام لینا چاہیے۔ ان سے نرمی سے پیش آنا چاہیے اور وہ گھر مبارک ہیں جن میں نرمی ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

---

[295] بائبل (KJV) متی ۱۸: ۲۱۔۲۲

دشمن سے محبت

یہ انسانی جبلت کا خاصہ ہے وہ اپنے چاہنے والوں اور پیاروں سے محبت کرتا ہے ۔اور اس میں کوئی خاص بات بھی نہیں۔ لیکن اگر وہی انسان اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنا شروع کر دے تو مثالی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ اقوال انجیلِ مقدس میں منقول ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"لیکن میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم سے عداوت رکھیں ان کا بھلا کرو جو تم پر لعنت کریں ان کے لئے برکت چاہو۔ جو تمہاری تحقیر کریں ان کے لئے دعا کرو" [296]

"اور جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی ان کے ساتھ ویسا ہی کرو"۔

"اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اگر تم ان ہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور اگر اُن ہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں تا کہ پورا وصول کرلیں۔ مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر نا امید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہو گا اور تم خدا تعالیٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان

---

[296] بائبل (KJV)لوقا ۶: ۲۷۔۲۸

ہے۔ جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحم دل ہو "[297]

کسی سے نفرت کرنا بہت آسان ہے اپنے اندر بدلے کے جذبہ کو پنپنے دینا تو آسان ہے مگر ان لوگوں سے محبت کرنا جو کہ ہماری نفرت کے قابل ہوتے ہیں بہت مشکل ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے اندر سے حسد اور ہٹ دھرمی کا خاتمہ کر سکیں۔ اگر ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو واقعتاً معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔ اور ہر طرف آزادی، امن اور خوشیاں ہی نظر آئیں گی۔

بائبل میں ایک طرف تو دشمن سے محبت کی تعلیم دی گئی ہے مگر دوسری طرف مسیح کا عمل دکھایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے دشمنوں اور مذہب سے پھرنے والوں کے لیے حکم دیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے:

"I am the vine, ye are the branches: He that abideth in me, and I in him, the same bringeth forth much fruit: for without me ye can do nothing. If a man abide not in me, he is cast forth as a branch, and is withered; and men gather them, **and cast them into the fire, and they are burned**." [298]

"میں انگور کا درخت ہو تم ڈالیاں ہو۔ جو مجھ میں قائم رہتا ہے اور میں اس میں، وہی بہت پھل لاتا ہے کیونکہ مجھ سے جدا ہو کر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی مجھ میں قائم نہ رہے تو وہ ڈالی کی طرح پھینک دیا جاتا اور سوکھ جاتا ہے اور لوگ انہیں جمع کر کے آگ میں جھونک دیتے

[297] بائبل (KJV) لوقا ۶: ۳۱ تا ۳۶

[298] Holy Bible (KJV): John 15:5-6

ہیں اور وہ جل جاتی ہیں"

ایک اور جگہ اس طرح سے حکم دیا گیا ہے:

"But those enemies of mine who did not want me to be king over them—**bring them here and kill them in front of me.**" [299]

"مگر میرے ان دشمنوں کی جنہوں نے نہ چاہا تھا کہ میں ان پر بادشاہی کروں یہاں لا کر میرے سامنے قتل کرو"

تعلیمات میں یہ تضاد ظاہر کرتا ہے کہ بائبل میں کس قدر تحریف کی گئی ہے۔ یا تو دشمن سے محبت کی تعلیم دوسرے مذاہب خصوصاً اسلام کو دیکھ کر لی گئی ہے یا دشمنوں کو قتل کرنے کا جھوٹا حکم عیسیٰ علیہ السلام پر گھڑ کر اپنی غلط حرکات کی بنیاد مہیا کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

❧❧❧❧

Holy Bible (KJV): Luke 19: 27 [299]

صبر کی تلقین

کسی بھی کامیابی کے حصول کے لیے تکلیفیں اور مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ جب تک کوئی انسان مشکلات سے کھیلنا نہ سیکھے، اور ان پر صبر کرنے کی قوت اپنے اندر پیدا نہ کرے، اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ عام محاورہ ہے کہ "جس نے صبر کیا وہ کامیاب ہوا"۔ دنیا اور اخرت کی کامیابی کے لیے لازم ہے کہ صبر کا مظاہر کیا جائے اور صبر کے دامن کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے کامیابی ہے۔

عیسیٰؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"جب میرے سبب سے لوگ تم کو لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے تو تم مبارک ہو گے۔ خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے اس لئے کہ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا"[300]

یعنی کامیابی صبر کرنے میں ہے۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بھی ستایا گیا، مصائب و آلام میں ڈال کر آزمایا گیا۔ مگر کامیاب وہی لوگ رہے جنھوں نے صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور انہی کے لیے خوشخبریاں ہیں۔

---

[300] بائبل(KJV) متی ۵: ۱۱۔۱۲

قصاص و انتقام

انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان درج ہے کہ:

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھ کو ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا"[301]

عہد نامہ قدیم میں قصاص کا قانون موجود تھا یعنی قاتل کو فعل قتل یا ارادہ قتل کی سزا دینا۔ یہ سزا تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ اور دفعہ ۳۰۷ کے تحت آتی ہے۔ مگر عہد نامہ جدید میں قصاص کے حکم کو تبدیل کر کے یہ حکم دیا گیا کہ اب قصاص یا انتقام نہیں لیا جائیگا بلکہ اپنے حقوق سے بھی دستبردار ہو جانا چاہیے۔ یہ ایسا قانون پیش کیا گیا ہے جس پر کسی زمانے میں اور کوئی قوم بلکہ کوئی شخص بھی عمل نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے۔ جب کہ قصاص ایک قانونی مسئلہ ہے جو حکومت سے تعلق رکھتا ہے (استثناء ۱۹: ۲۱) اور اسی پر دنیا کا امن و امان موقوف ہے۔

ایک عیسائی مصنف اس آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

"یسوع نے برائی کا بدلہ لینے کو منسوخ کر دیا اور اس طرح شریعت

---

301 بائبل (KJV) متی ۵: ۳۸ تا ۴۱

سے آگے راستبازی کی بلند تر سطح تک جا پہنچا۔ اس نے اپنے شاگردوں
کو دکھادیا کہ ایک وقت تھا کہ انتقام لینے کی شرعی اجازت تھی مگر اب
شفقت کے ساتھ مقابلے سے گریز کرنا ممکن ہو گیا ہے "[302]

انھوں نے تو بڑی آسانی کے ساتھ بدلہ لینا منسوخ کر دیا اور کہا کہ اب شفقت کے ساتھ مقابلے سے گریز کرنا ممکن ہو گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ آج تک کسی بھی معاشرہ میں اس کو اپنایا نہیں گیا شاید اسی لیئے مصنف بغیر کوئی مثال اور وضاحت کئے آگے بڑھ گے۔

---

[302] ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب ترجمہ جیکب سموئیل، ج۔ا، ص۔۷۰

ثبوت طلبی

ہر زمانے میں لوگ انبیاء سے نشانات یعنی معجزات کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔بقول انجیل جب عیسیٰ علیہ السلام سے نشان طلب کیا گیا تو آپؑ نے کیا جواب دیا:

"اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جواب میں اس سے کہا: اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دے کر ان سے کہا اس زمانہ کے بُرے اور زِناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا" [303]

جبلتِ تجسس انسان کی فطرت کا حصہ ہے مگر جس مذہب میں استفسار کرنے پر اس بری طرح ڈانٹ دیا جائے اور پوچھنے والوں کو زمانہ کے برے اور زناکار کہا جائے مگر پھر بھی یہ دعویٰ ہے کہ

"بائبل مقدس خدا کا کلام ہے اور اخلاقی تعلیم سے بھرپور ہے۔ بائبل مقدس سے ہم پرکھتے ہیں کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا، ادنیٰ کیا ہے اور اعلیٰ کیا، روشنی کیا ہے اور تاریکی کیا، اور ہمارا رویہ دوسروں کے ساتھ کیسا ہے" [304]

مندرجہ بالا واقعہ سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عیسائیت میں سچ پرکھنے پر ہمیں کیسے کیسے الزام برداشت کرنے پڑیں گے۔

---

303 بائبل (KJV) متی ۱۲: ۳۸-۳۹

304 برکت پرویز ڈاکٹر: اخلاقیاتِ بائبل، ص۔۴

حجاب (پردہ)

عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق عورت کو چاہیے کہ حیادار پرہیز گاری کا لباس استعمال کرے، حالانکہ موجودہ عیسائی دنیا میں کوئی بھی اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ وہ مسلمان خواتین جو عیسائی ملکوں میں رہتے ہوئے ایسا لباس استعمال کرتی ہیں انہیں سخت مخالفت اور تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جبکہ پردہ کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"اور جو عورت بے سر ڈھکے دُعا یا نبوت کرتی ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے کیونکہ وہ سر منڈی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے۔ اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے"[305]

"اسی طرح عورتیں حیادار لباس سے شرم اور پرہیز گاری کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں نہ کہ بال گُوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی پوشاک سے"[306]

ان فرامین سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے سخت پردے اور حیادار لباس کی تاکید کی یہاں تک کہ بہت زیادہ قیمتی لباس بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے بلکہ سادہ اور پرہیز گاری والا لباس ہونا چاہیے۔ جیسا کہ عام مسلمان خواتین استعمال کرتی ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں مقیم مسلمان خواتین کے حجاب پر جب اعتراض اٹھایا جاتا ہے تو ان حیادار مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ عیسائی

---

[305] بائبل (KJV) ا۔کرنتھیوں ۱۱:۵۔۶

[306] بائبل (KJV) ا۔تیمتھیس ۲:۹

معترضین کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیم رکھیں اور یہ باور کروائیں کہ مسیح کو ماننے کا دعویٰ تو تمہارا ہے مگر ان کی تعلیمات پر عمل ہمارا ہے۔لہذا تمہیں اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

☙❧☙❧

فحاشی اور بے حیائی

فحاشی اور بے حیائی ہی ایسی بنیادی برائی ہے جس سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ہر نبی نے اپنی امت کو فحاشی اور بے حیائی والے تمام کاموں سے بچنے کی تلقین کی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے ماننے والوں کو ایسے برے کاموں سے بچنے کی تلقین کی، جیسا کہ انجیل میں مرقوم ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عوت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اُسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا نہ جائے۔ اور اگر تیرا داہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ جائے"[307]

زنا کے بارے میں یہ حکم بہت سخت ہے عام طور پر انسانی ذہن ایسے احکام ماننے سے انکاری ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان جب خطا کا پتلا ہے تو معمولی اور غیر ارادی طور پر کئے گئے گناہ کی سزا بھی اتنی سخت نہیں ہونی چاہیے کہ اگر آنکھ کسی عورت کی طرف اُٹھ گئی تو آنکھ ہی نکال دی جائے۔ محسوس ہوتا ہے کہ بائبل میں یہ حکم بعد میں تحریف کے ذریعے اضافہ کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[307] بائبل (KJV) متی ۵: ۲۷ تا ۳۰

ایک طرف تو زنا کا انتہائی سخت حکم موجود ہے مگر دوسری طرف واقعہ اس طرح ہے کہ ایک عورت جو کہ عین وقتِ زنا پکڑی گئی تھی مگر پھر بھی یسوع نے اسے چھوڑ دیا یعنی اپنی ہی تعلیم سے اعراض کر لیا۔

واقعہ اس طرح ہے کہ:

"فقیہہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اُسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا۔ اے استاد! یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توریت میں موسیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں۔ پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟۔ انہوں نے اُسے آزمانے کے لئے یہ کہا تا کہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا" جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس کے پتھر مارے۔ اور پھر جھک کر زمین پر انگلی سے لکھنے لگا۔ وہ یہ سن کر بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک ایک ایک کر کے نکل گئے اور یسوع اکیلا رہ گیا اور عورت وہیں بیچ میں رہ گئی۔ یسوع نے سیدھے ہو کر اس سے کہا اے عورت یہ لوگ کہاں گئے؟ کیا کسی نے تجھ پر حکم نہیں لگایا؟۔ اس نے کہا اے خداوند کسی نے نہیں۔

یسوع نے کہا میں بھی تجھ پر حکم نہیں لگاتا۔ جا پھر گناہ نہ کرنا" [308]

اپنی ہی تعلیم سے خود ہی منحرف ہو جانا جبکہ شریعتِ موسوی بھی موجود تھی اور

[308] بائبل (KJV) یوحنا ۸: ۳ تا ۱۱

وقت کا نبی ہوتے ہوئے انھیں ہر حال میں شریعت پر عمل کروانا تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

انجیل کی تعلیمات اور عمل میں اس قدر تضاد یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ موجودہ انجیل وہ کتاب نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ یہ تمام تحریفات ان لوگوں نے کیں جو کہ نام نہاد عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں مگر حقیقت میں وہ اپنے نفس کے پیروکار ہیں اور جب چاہتے جو چاہتے ہیں اپنی کتاب میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔

آپس میں لڑنا

آپس کے لڑائی جھگڑے ایک ایسا ناسور ہے جس سے معاشرہ کا امن و امان اور سکون برباد ہو جاتا ہے۔ معاشرتی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ آپس کے جھگڑوں کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ گھر تباہ ہو جاتے ہیں سلطنتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول لکھا گیا ہے کہ:

"اور اگر کسی سلطنت میں پھوٹ پڑ جائے تو وہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اور اگر کسی گھر میں پھوٹ پڑ جائے تو وہ گھر قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس کا خاتمہ ہو جائے گا"[309]

---

309 بائبل (KJV) مرقس ۳: ۲۴-۲۵

آپس میں محبت

عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ:

"میں تمہیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو کہ جیسے میں نے تم سے محبت رکھی تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھو۔ اگر آپس میں محبت رکھو گے تو اس سے سب جانیں گے کہ تم میرے شاگرد ہو"[310]

آپس میں محبت و الفت ہی وہ جذبہ ہے جس سے معاشرہ کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے، آپس کی محبت اس نوعیت کی ہونی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے جان بھی دینے کو تیار ہوں اور جو لوگ ایسا کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے نہیں، بلکہ درگزر سے کام لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان داروں کی نشانی کے طور پر فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [311]

"محمد ﷺ اور اس کے ساتھی کافروں کے لیے سخت اور آپس میں رحم دل ہیں"۔

یعنی ہمیں دشمنوں کے لیے سخت ہونا چاہیے مگر آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور خلوص کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ یہ وہی تعلیم ہے جو بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے درج ہے۔

---

[310] بائبل (KJV) یوحنا ۱۳: ۳۴۔۳۵

[311] القرآن: الفتح :۲۹

سب کے حقوق ادا کرنا

معاشرہ میں امن وسکون کے لیے لازمی ہے کہ سب کے حقوق پوری طرح ادا کیے جائیں۔ اگر حقوق ادا نہیں کیے جائیں گیں تو نتیجاتاً بگاڑا پیدا ہوتا ہے۔ جو مہذب معاشرہ کے لیے ناسور کی سی صورت اختیار کر جاتا ہے اور قوموں کے زوال کا آغاز ہو جاتا ہے۔

فرسیوں کے جزیے کے متعلق سوال پر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

"اس پر اُس نے اُن سے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو"[312]

عیسیٰ علیہ السلام کے اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حقوق انسانوں کے ہیں وہ انھیں دینے چاہئیں اور جو حقوق اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں انھیں بھی پورا کرنا چاہیے۔

"یسوع کے جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ ایماندار دُہری شہریت رکھتا ہے۔وہ انسانی حکومت کی فرمانبرداری کرنے اور اس کی مالی مدد کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ اور آسمان کا شہری ہوتے ہوئے وہ خدا کے سامنے بھی جوابدہ ہے۔ اگر ان دونوں میں کبھی تصادم کی صورت پیدا ہوتی ہے تو اس کی اولین وفاداری خدا کے ساتھ ہونی چاہیے"[313]

---

312 بائبل (KJV) متی ۲۲: ۲۱

313 قاموس الکتاب، ج۔۱، ص۔۲۱۷

حقوقِ زوجین

انسانی معاشرہ کی اکائی گھر ہے جس کی بنیاد زوجین ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو رشتہ سب سے پہلے بنایا وہ یہ زوجین یعنی میاں بیوی کا رشتہ ہے۔ اگر زوجین ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر رہے تو پھر وہ کسی کے بھی حقوق ادا نہیں کر سکتے۔ اسی بنیادی اکائی کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان انجیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ:

"لیکن خلقت کے شروع سے اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا۔ اس لئے مرد اپنے باپ اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا۔ اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے" [314]

اللہ کی منشاء یہی ہوتی ہے کہ شادی کے نتیجے میں مرد و عورت ہمیشہ کے لئے ایک ہو کر رہیں اور یہ قانون اُس وقت سے ہے جب سے خدا نے انسان کو الگ الگ جنس بنایا، اس زمانے ہی سے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر شادی کے وسیلہ سے بیوی کے ساتھ اس طرح رہے گا کہ دونوں ایک جسم ہوں گے۔

قرآن مجید میں بھی میاں بیوں کے تعلق کو اہمیت دی گئی ہے جس کی اظہار اس آیت سے ہوتا ہے کہ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ[315] .

---

[314] بائبل (KJV) مرقس ۱۰: ۷ تا۹

[315] القرآن: البقرہ ۲ : ۱۸۷

وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

یعنی کہ جس طرح لباس اور جسم کے درمیان کوئی اور چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح میاں بیوی کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے۔

ﮦﮧﮦﮧ

طلاق کا حکم

طلاق اگر چہ ناپسندید عمل ہے مگر پھر بھی یہ معاشرہ کی اہم ضرورت ہے۔ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ناچاکی پیدا ہو جائے اور کسی طرح سے بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو اس کا واحد حل دونوں میں علیحدگی ہی ہے۔ تاکہ وہ دونوں دوبارہ سے اپنی زندگی خوش وخرم طریقے سے گزار سکیں۔ مگر عیسائیت میں طلاق کے بارے میں نہایت عجیب وغریب حکم موجود ہے:

"یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اُسے طلاق نامہ لکھ دے۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے"[316]

عائلی زندگی سے تعلق رکھنے والا یہ حکم کہ طلاق صرف اس صورت میں دی جا سکتی ہے جب عورت بدکاری کرے، یہ ایک ایسی قید ہے جو انسانی معاشرہ میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے اور اس سے بے راہ روی جنم لیتی ہے جس کا مظاہرہ آج بھی عیسائی ممالک یورپ وامریکہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ طلاق کے بہت سے سبب ہو سکتے ہیں لیکن جب طلاق اور دوسری شادی پر اس طرح سے پابندی لگادی جائے تو لوگ شادی سے کتراتے ہوئے ناجائز تعلقات کو ترجیح دیتے ہیں جس سے انسانی اخلاق بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

لگتا ہے کہ طلاق کا یہ حکم بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نہیں دیا گیا بلکہ عیسائی راہبوں کی خود ساختہ ایجاد ہے جسے انجیل کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔

طلاق پر انجیل کے اس حکم پر بحث کرتے ہوئے مولانا ثناءُ اللہ امر تسری لکھتے ہیں

---

[316] بائبل (KJV) متی ۵: ۳۱۔۳۲

کہ:

"جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا کراتا ہے"

یہاں ہم صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ ان صورتوں میں مرد کیا کرے؟

۱۔ کسی مرد کی بیوی غیر مرد کے ساتھ سیر کرنے جاتی ہو۔

۲۔ غیر مرد کے ساتھ ہنسی مذاق کرتی ہو یا خفیہ خط و کتابت کرتی ہو۔

۳۔ چوری کرنے کی عادی ہو۔

۴۔ بد اخلاقی سے گالی گلوچ کرتی ہو۔

۵۔ خاوند کی پہلی بیوی کے بچوں سے دشمنی رکھتی ہو۔

۶۔ خاوند کے والدین یا دوسرے معزز رشتہ داروں کی توہین کرتی ہو۔

۷۔ اپنے پرائے سے خواہ مخواہ لڑنے جھگڑنے کی عادی ہو۔

ان جیسی تمام صورتوں میں مرد کو انجیل کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ ایسی بیوی کو اپنی گردن کا طوق بنا کر اپنی زندگی کو ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رکھے یا مخلصی کی کوئی راہ اختیار کرے۔ قانونِ قدرت کو ملحوظ رکھ کر جواب دیجئے"[317]۔

اس کے دوسری طرف اسلام جو کہ ایک فطرتی مذہب ہے۔ اس میں طلاق کی نا پسندیدگی کا اظہار تو کیا گیا ہے مگر پھر بھی انسانی ضروریات اور احساسات کو سامنے رکھ کر اس کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر کسی وجہ سے میاں بیوی ساتھ نہیں رہ سکتے تو وہ با آسانی طلاق کا حق استعمال کر سکتے ہیں اگر چہ وجہ صرف یہ ہو کہ بیوی شوہر کو پسند نہیں کرتی یا شوہر بیوی کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام نے نہ صرف طلاق کا اختیار دیا بلکہ اس کا ایک طریقہ کار بھی وضع کیا

---

[317] امر تسری ثناءاللہ: اسلام اور مسیحت، ص۔۱۵۰

کہ شوہر عورت کی پاکی کی مدت کے دوران ایک طلاق دے دوسرے مہینے میں دوسری اور تیسرے مہینے میں تیسری۔ اس طرح تین مہینے میں طلاق مکمل ہوتی ہے اور اگر اس دوران میاں بیوی دوبارہ ساتھ رہنے کا فیصلہ کرلیں تو وہ ساتھ رہ سکتے ہیں۔

اسلام نے عورتوں کو آزادی دیتے ہوئے یہ اختیار بھی دیا کہ اگر شوہر اسے طلاق نہ دے تو وہ کورٹ کے ذریعے خلع (علیحدگی) لے کر کسی اور شخص سے شادی کر سکتی ہے۔

حکومت دراصل خدمت ہے

حکومت دراصل عوام الناس کی خدمت ہی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے حکومت کو بھی خدمت ہی قرار دیا۔ آپؑ فرمان ہے کہ:

"مگر یسوع نے انھیں پاس بلا کر کہا تم جانتے ہو کہ غیر قوموں کے سردار اُن پر حکم چلاتے اور امیر اُن پر اختیار جتاتے ہیں۔ تم میں ایسا نہ ہو گا بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے۔ اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ تمہارا غلام بنے۔ چنانچہ ابنِ آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے"[318]

"غیر قوموں کے بادشاہ ان پر حکومت چلاتے ہیں۔ اور جو اُن پر اختیار رکھتے ہیں خداوندِ نعمت کہلاتے ہیں۔ مگر تم ایسے نہ ہونا، بلکہ جو تم میں بڑا ہے وہ چھوٹے کی مانند اور جو سردار ہے وہ خدمت کرنے والے کی مانند بنے۔ کیونکہ بڑا کون ہے؟ وہ جو کھانا کھانے بیٹھا یا وہ جو خدمت کرتا ہے؟ کیا وہ نہیں جو کھانا کھانے بیٹھا ہے؟ لیکن میں تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں"[319]

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بہت صاف الفاظ میں یہ واضح کر دیا تھا کہ حکومت دراصل عوام الناس کی خدمت ہے، ملک و قوم کی بہتری کے لئے ان کی خدمت کرنے کو ہی حکومت کہتے ہیں۔

---

[318] بائبل (KJV) متی ۲۰: ۲۵ تا ۲۷

[319] بائبل (KJV) لوقا ۲۲:۲۵ تا ۲۶

خلاصہِ بحث

اسلام وہ واحد غیر عیسائی مذہب ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننا ایمان کا حصہ ہے۔ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ بائبل اور قرآن دونوں کتابیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ:

وہ بغیر باپ کے کنواری مریم علیہ السلام سے پیدا ہوئے۔

وہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔

وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گیے تھے۔

انھوں نے اپنی زندگی میں شریعت موسوی کی تعلیم دی یعنی وہ شریعت موسوی ہی کے داعی تھے۔

انھوں نے ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔

صرف ایک اللہ ہی سے دعا مانگی جائے اور وہ ہی اُسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

تمام اختیارات اُسی اللہ کے پاس ہیں اور ڈرنا بھی اُسی سے چاہیے۔

عالم الغیب صرف اللہ ہی ہے۔

اور وہ خود یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے عبادت گزار انسان تھے۔

ہمیں آخرت کی تیاری پر توجہ دینی چاہیے اور اللہ کے فضل کا متلاشی رہنا چاہیے۔

آپس میں ملتے وقت سلام کرنا چاہیے، دعائے خیر کرنی چاہیے۔

ان کی تعلیمات کی وجہ سے یہودی ان کے دشمن ہو گئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ آسمان پر اُٹھالیا اور اب وہ قرب قیامت دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور اپنے بارے میں پیدا ہونے والے غلط عقائد و نظریات کی تردید کریں گئیں۔

مندرجہ بالا عقائد میں مسلمان اور عیسائی ایک ہیں۔ مگر عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ سماں کے بعد ان کی معجزانہ پیدائش کی وجہ سے ان کی ذات کے متعلق نئے نئے عقائد گھڑ لیے اور پھر ان عقائد کو ثابت کرنے کے لیے اپنی کتاب بائبل میں بھی تبدیلیاں کرتے رہے۔

عیسائیوں کے موجودہ عقائد ہیں کہ:

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔

اللہ خود انسانی روپ میں دنیا میں آیا۔

عیسیٰ علیہ السلام تین خداؤں یعنی اللہ، روح القدس اور مریم تین میں سے ایک ہیں۔

اللہ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے بھیجا جسے تکلیفیں دے کر صلیب کر دیا گیا اس طرح اللہ نے اپنے بیٹے کے ذریعے لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔

یہ وہ عقائد ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کے بعد پولس کی طرف سے پھیلائے گئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کے ان عقائد میں بائبل بھی ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ منحرف ہونے کے باوجود آج بھی بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کی جو تعلیمات موجود ہیں وہ ان کے عقائد کو باطل ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ غرض کہ موجودہ عیسائی حضرت عیسیٰ کے بجائے پولس کے پیروکار ہیں اس لیے ان کے مذہب کو عیسائیت کے بجائے پولوسیت کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں تو مسلمان ان کی تعلیمات پر عیسائیوں سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔

اسی طرح بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ

بندوں کے حقوق کی بھی تعلیم دی۔ جیسا کہ:

آپس میں محبت درگزر کے ساتھ ماں باپ کی عزت واحترام کا حکم دیا مگر ساتھ ہی بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کے ساتھ بدتمیزی کے واقعات بھی ہیں (باب سوئم میں تفصیلی گفتگو کی گئی ہے)۔

دوسروں کی عیب جوئی سے منع کیا گیا ہے، زبان کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔

آئلی قوانین میں میاں بیوی کے تعلقات۔

طلاق کا اختیار صرف اُسی صورت میں استعمال کیا جاسکتا ہے جب عورت بدکاری کرے ورنہ نہیں۔ طلاق کا یہ حکم اتنا سخت ہے کہ وہ کسی بھی انسانی معاشرہ میں قابل عمل نہیں ہے اور نہ ہی آج تک کسی عیسائی معاشرہ میں اس پر عمل کرکے کوئی نمونہ پیش کیا گیا ہے بلکہ ان سخت احکامات ہی کی وجہ سے یورپ وامریکہ میں شادی کا رجحان ختم ہو رہا ہے۔ اور لوگ بغیر شادی کے ہی ساتھ رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ امریکہ میں ساتھ رہنے والے جوڑوں میں سے 89٪ جوڑے بغیر شادی کے رہ رہے ہیں (Real Relational Solutions -2007- Fact Sheet)، جبکہ برطانیہ میں 2009 کے شماریات کے مطابق 1000 ہزار عورتوں میں صرف 19.2 فی صد نے شادی کی (Office for National Statistics)۔ اور BBC News کے مطابق 2003 میں بیس لاکھ جوڑے بغیر شادی کے ایک ساتھ رہ رہے ہیں اور یہ تعداد 2031 میں 38 لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ یہ اخلاقی گراوٹ صرف انھی نا قابل عمل احکامات کی وجہ سے ہے۔

زنا کو ایسا جرم بتایا گیا ہے کہ اگر کسی کی طرف آنکھ بھی اٹھ گئی تو بھی اسے بھی نکال دینا چاہیے۔ جبکہ دوسری طرف عیسائی معاشرہ ہے کہ جہاں زنا بے حیائی بری طرح سے سرایت کر چکی ہے کہ ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں سالانہ 250،000 زنا بالجبر کے کیس

داخل ہوتے ہیں اور زنا بالرضا تو وہاں قابلِ اعتراض ہے ہی نہیں۔بی بی سی رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں 2007 میں داخل ہونے والے زنا بالجبر کے کیسوں کی تعداد 85000 ہے یعنی روزانہ 232.87 زنا بالجبر کے واقعات میں عورتیں شکار ہوتی ہیں۔ یہ وہ ممالک ہیں جہاں نوے فیصد سے زیادہ آبادی عیسائی ہے اور حکومت بھی عیسائی ہے۔

لباس کے متعلق حکم ہے کہ سادہ شرم والا اور پرہیز گاری والا ہونا چاہیے۔ عورتوں کو سر ڈھانپ کر رہنا چاہیے اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کے بال کاٹ دینے چاہیے۔ یہ حکم تو بائبل میں موجود ہے مگر عیسائی معاشرہ میں اس کی کوئی عملی تصویر نظر نہیں آتی بلکہ ان کی موجودہ حالت اس قدر دگرگوں ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت تمام عیسائی معاشرے اخلاقی برائیوں کا گڑھ بن چکے ہیں۔

دوسری طرف عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ مسیح نے محبت کی تعلیم دی اور مقدس بائبل صرف محبت کا درس دیتی ہے۔ مسیحؑ کی تعلیمات جس میں محبت کا پرچار ہے کہا گیا ہے کہ اگر کوئی تمہاری ایک گال پر مارے تو تم دوسری گال آگے کر دو۔ محبت کو ہی پہلا حکم کہا گیا ہے دشمن سے بھی اس حد تک محبت کرنے کو کہا گیا ہے کہ شجاعت، انتقام کا جذبہ، حق کی خاطر لڑنے، جائز نفسانی خواہشات اور دوسری خصلتیں بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آتی ہیں۔

عیسائیت کے برخلاف اسلام کی تعلیمات جو حقیقت اور انسانی نفسیات کے مطابق ہیں، اگر اسلامی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو فوراً نتیجہ سامنے آتا ہے۔ جیسے کہ پردہ کے احکامات ہیں ان پر عمل کیا جائے، عورتیں مکمل حجاب میں ہوں، مرد اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اسلام کے مطابق زنا کی سزا دی جائے تو ظاہر ہے کہ زنا کے واقعات کم ہو جائیں گے بلکہ ختم ہو جائیں گے۔

اسلام میں زکواۃ کا نظام ہے اگر ہر امیر شخص نصاب کے مطابق زکواۃ ادا کرے

اور حکومت اسے صحیح طور پر تقسیم کرے ساتھ ہی چوری کی اسلامی سزا نافذ ہو تو معاشرہ میں چوری، رشوت کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات جہاں کہیں بھی نافذ کی گئی ہیں تو وہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن گیا ،اس کی مثالیں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً سعودی عربیہ جہاں اسلامی قانون نافذ ہیں جس کے نتیجہ میں دیکھا جاسکتا ہے کہ وہاں جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی جو بھی تعلیمات بائبل میں موجود ہیں وہ تحریفات کی وجہ سے اس قابل نہیں رہیں کہ ان پر عمل کیا جاسکے جیسا کہ ہم نے پورے مقالہ میں اس کا جائزہ لیا ہے جبکہ اسلامی تعلیمات ایسی ہیں کہ عمل کی صورت میں فوراً رزلٹ ملتا ہے۔

کتابیات

کتابیات	
قرآن مجید	1
قرآن مجید ترجمہ فتح محمد خان جالندھری، قرآن سوسائٹی پاکستان، گجرات	2
بائبل (اردو) King James version، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور۔۲۰۱۰ء	3
بائبل (اردو) New Urdu Bible Version(NUBV), International Bible Society, Colorado Strings, USA, 2005	4
بائبل Geolink Resource Consultants, Virginia, USA, 25-10-2010 UGC Version	5
بائبل، الکتاب المقدس (عربی) Electronic Text Country, the unbound bible(http://unbound.bible.edu/)	6
ابن القیم الجوزیہ محمد بن ابی بکر: یہود ونصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں ترجمہ زبیر احمد، مکتبۃ البخاری، کراچی۔	8
ابن القیم الجوزیہ محمد بن ابی بکر: دوائے شافی ترجمہ محمد اسماعیل گودھری، دار الابلاغ، لاہور، اکتوبر۔۲۰۰۶ء	9
ابن تیمیہ احمد بن عبدالحلیم الحرانی ابوالعباس: الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، دار العاصمۃ الریاض، ۱۴۱۴ھ	10
ابن حجر العسقلانی: فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۷۹ھ	11
ابن حزم ابو محمد علی بن احمد الاندلسی: الملل والنحل ترجمہ عبداللہ عمادی، المیزان، لاہور، ۲۰۰۶ء	12
ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفداٗ اسماعیل: قصص الانبیاء ترجمہ ابو طلحہ اصغر مغل، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۵ء	13
ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفداٗ اسماعیل: قصص الانبیاء، دارالکتب الحدیثیہ، مطبع دار التالیف۔۸، مصر، ۱۹۶۸ء	14
ابنِ کثیر حافظ عماد الدین ابوالفداٗ اسماعیل: تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر ترجمہ محمد جونا گڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۶ء	15
ابوالکلام آزاد: پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کے عملی پہلو، اسلامیکا فاؤنڈیشن، کراچی، ۲۰۰۰ء	16
ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی: السنن ابی داؤد، اسلامی کتب خانہ، لاہور۔	17
احسان الٰہی ظہیر: قادیانیت، ادارہ ترجمان القرآن والسنۃ، لاہور،	18
اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، شعبہ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۲ء	19
البانی محمد ناصر الدین: السلسلہ الاحادیث الصحیحۃ، مکتبۃ المعارف، الریاض، سعودیہ عربیہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۱ء۔	20
البانی محمد ناصر الدین: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرھا السیئ فی الامۃ، دار المعارف، الریاض، الطبعۃ الاولیٰ 1992ء	21
الحاکم النیسابوری محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ: المستدرک علی الصحیحین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء	22
احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ: شعب الایمان، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، بالریاض، ۲۰۰۳ء	23

احمد بن حنبل ابو عبداللہ الشیبانی: مسند احمد بن حنبل، مؤسسیہ قرطبہ، القاھرہ۔	24
الخطیب محمد بن عبداللہ التبریزی: مشکوٰۃ المصابیح مع تخریج البانی، المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الثالث ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء	25
اسرار احمد ڈاکٹر: تعارفِ قرآن، مکتبہ خدام القرآن، لاہور، فروری ۲۰۰۶ء	26
الصابونی محمد علی: التبیان فی علوم القرآن ترجمہ، مکتہ رحمانیہ، لاہور	27
الطبرانی سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر الاخمی الشامی: المعجم الکبیر للطبرانی بتحقیق حمدی عبدالمجید السلفی، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ	28
امرتسری ثناءاللہ: اسلام اور مسیحیت، نعمانی کتب خانہ، لاہور۔	29
امرتسری ثناء اللہ: تقابلِ ثلاثہ، نعمانی کتب خانہ لاہور	30
ایس مسعود: عیسیٰ مسیح کی پیروی کیوں کریں (عیسائی)، ایم۔ آئی۔ کے لاہور، ۲۰۱۰ء	31
بدیع الدین شاہ راشدی ابو محمد: مقدمہ بدیع التفاسیر، جمعیتِ اھل حدیث، سندھ، ۱۹۹۷ء	32
برکت پرویز ڈاکٹر: اخلاقیاتِ بائبل، (عیسائی)، لبرٹی کونسلنگ منسٹری، راولپنڈی، ۲۰۱۰ء	33
بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح البخاری مع ترجمہ و تشریح، محمد داؤد دراز دہلوی، مکتہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۴ء	34
دارلسلام شعبہ تحقیق و تالیف: تاریخ مدینہ منورہ، دارالسلام، ریاض، سعودی عرب۔	35
رضی الدین سید: عیسائیت (حقائق و واقعات کے پس منظر میں)، نیشنل اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ کراچی، اگست ۲۰۰۵ء	36
ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ: الجامع الصحیح سنن الترمذی، نعمانی کتب خانہ، لاہور، اپریل ۱۹۸۸ء	37
تقی عثمانی محمد: عیسائیت کیا ہے، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء	38
جیفری ڈبلیو گروگن: یسوع مسیح ازروئے بائبل مقدس ترجمہ جیکب سموئیل شنوا، ایم۔ آئی۔ کے، لاہور، ۱۹۹۴ء	39
چارلس گور: المسیح کے پہاڑی وعظ کی عملی تشریح ترجمہ وکلف اے سنگھ، ایم۔ آئی۔ کے، لاہور ۲۰۰۹ء	40
حمیداللہ محمد ڈاکٹر: خطباتِ بہاولپور، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء	41
خیر اللہ ایب۔ ایس: قاموس الکتاب، مسیحی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۰۸ء	42
خورشید عالم گوہر قلم: روح القرآن، کتاب علوم القرآن، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۳ء	43
ڈیرک میکلم: مسیحی اخلاقیات ترجمہ جیکب سموئیل، مسیح اشاعت خانہ لاہور، ۲۰۰۸ء	44
ساجد میر: عیسائیت تجزیہ و مطالعہ، دالسلام لاہور۔	45
ندوی سید سلیمان: تاریخ ارضِ قرآن، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۰ء	46
سیوطی جلال الدین: الاتقان فی علوم القرآن، اردو ترجمہ، مشتاق بک کارنر، لاہور۔	47

48	سیوہاروی محمد حفظ الرحمٰن: قصص القرآن، حذیفہ اکیڈمی، لاہور
49	شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، سعودی عرب، ویب سائٹ۔
50	صادق سیالکوٹی: ریاض الاخلاق، نعمانی کتب خانہ، لاہور، جنوری ۱۹۸۰ء
51	صلاح الدین یوسف حافظ: قرآن کریم ترجمہ و تفسیر، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، سعودی عرب، ۱۴۳۰ھ
52	صبحی صالح ڈاکٹر: علوم القرآن ترجمہ غلام احمد حریری، کشمیر بک ڈپو، فیصل آباد، ۱۹۹۴ء
53	عبدالقادر شیبہ الحمد: اقوام عالم کے ادیان و مذاہب ترجمہ ابو عبداللہ محمد شعیب، مسلم پبلیکیشن، گوجرانوالہ، مئی ۲۰۰۷ء
54	عبدالقیوم ناطق: صراط مستقیم، طاہر سنز کراچی، اکتوبر ۱۹۹۲ء
55	غلام نبی طارق: القرآن شئ عجیب، نعمانی کتب خانہ لاہور، اکتوبر ۲۰۰۵ء
56	کیرانوی رحمت اللہ: بائبل سے قرآن تک ترجمہ اکبر علی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، جمادی الاول ۱۴۱۹ھ
57	کیلانی عبدالرحمٰن: تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، لاہور، رمضان ۱۴۲۸ھ
58	قاضی عبد الصمد ابوالکمال: عرض الانوار المعروف بہ تاریخ القرآن، میر محمد کتب خانہ کراچی
59	لغت المعجم الوسیط، عربی-اردو، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
60	لغت فیروز اللغات اردو-اردو، فیروز سنز لاہور
61	مالک بن انس امام: موطا الامام مالک، نعمانی کتب خانہ لاہور، جولائی ۲۰۰۶ء
62	محمد اسحاق: سیرت انبیاء کے درخشاں پہلو، مشتاق بک کارنر، لاہور، مئی ۲۰۰۴ء
63	محمد سعید سید: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، آر ایچ برادرس، حیدرآباد، ۱۹۶۷ء
64	مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری ابوالحسن: الجامع الصحیح مسلم مع مختصر شرح نووی، اسلامی کتب خانہ، لاہور
65	مناع القطان خلیل: مباحث فی علوم القرآن ترجمہ عبداللہ سرور، مکتبہ محمدیہ لاہور، جنوری ۲۰۰۹ء
66	مودودی ابوالاعلیٰ سید: نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲۰۰۸ء
67	مودودی ابوالاعلیٰ سید: تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، دسمبر ۱۹۹۷ء
68	موریس بوکائیے: بائبل قرآن اور سائنس ترجمہ ثناء الحق صدیقی، آواز اشاعت گھر، لاہور، ۲۰۰۵ء
69	معین الدین احمد ندوی شاہ: اسلام اور عربی تمدن، نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی، ۱۹۸۹ء
70	ندوی عبدالقیم: تاریخ قرآن، محمد سعید اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب، کراچی۔
71	نسائی احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن: سنن النسائی الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۱۴۱۱ھ
72	وحید الزمان: تیسیر الباری شرح صحیح بخاری، نعمانی کتب خانہ لاہور، جون ۱۹۹۰
73	ولیم میکڈونلڈ: تفسیر الکتاب ترجمہ جیکب سموئیل، مسیح کتب خانہ لاہو، ۱۹۹۰

74	Holy Bible (KJV), 129 Mobilization Drive, Waynesboro, GA 30830 USA
75	Bilal Philips: The True Message of Jesus Christ, Darul Fateh, printing Publishing and Distribution, Co. Sharjah, UAE, 1996
76	Dictionary The Concise Oxford, New Edition, Oxford University Press Inc, New York, 1990
77	Dictionary Chambers Universal Learners, International Students Edition, Allied Publisher Ltd, New Delhi, Mumbai, India 1991
78	Dictionary Easton's bible Dictionary, version T0003768 (http://biblemaximum.com/?version=2.5.0)
79	Don Fleming, Bridgeway Bible Dictionary, Bridgeway Publication, Australia, 2004
80	Encyclopedia Britannica, encyclopedia Britannica Ultimate Reference Suite, Version 2010.10.00.000000000
81	Encyclopedia Britannica The New, Encyclopaedia Britannica, Inc, Chicago, USA 2007
82	Encyclopedia Encarta 2007 Premium, Microsoft Corporation Ver.16.0.0.0610
83	Encyclopedia the Macmillan Compact, Market House Book Ltd, Aylesbury-1991
84	Encyclopedia Philip Concise, George Philip Ltd Michelin, London-1997
85	Encyclopedia Wikipedia, 2006 CD Selection, Free Software Foundation, Inc. Boston, USA.
86	Godfrey Driver Sir, Introduction to the Old testament of New English Bible, Web, 30 November 2009.

اردو میں تقابلِ ادیان کے موضوع پر بہت سی نامور کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر ان میں عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات کا علیحدہ سے موضوع نہ مل سکا اس لئے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس موضوع پر علیحدہ سے کام کرنا چاہیے جس میں قرآن و بائبل کی روشنی میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات جمع کی جائیں۔ یہ کتاب انہی خطوط پر لکھنے کی کاوش ہے۔

باب اول میں قرآن و بائبل کے تناظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی تعارف کروایا گیا ہے۔

باب دوئم میں قرآن و بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کر کے جائزہ لیا گیا ہے۔

دورانِ تحقیق حتی الوسعت یہی کوشش رہی ہے کہ بنیادی ماخذ سے استفادہ کیا جائے ۔بائبل کے مختلف تراجم (اردو، انگریزی اور عربی زبان میں) ان کی تفاسیر، عیسائی عالموں کی سیرتِ عیسیٰ علیہ السلام پر لکھی گئی کتب، مستند لغات، مسلمان اور عیسائی مصنفین کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اگرچہ عیسائیت کے موضوع پر اردو میں بہت سی نامور کتابیں موجود ہیں جس میں بعض بڑی وقیع اور قابل قدر کتابیں ہیں، اس بے کراں علمی بحر میں ہماری یہ کوشش قطرہ سے بھی کم ہے مگر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اس کوشش کو قبول فرمائے۔ شاید ہماری یہ کوشش کسی کی ہدایت کا سبب بن جائے جو ہمارے لیے آخرت کا سامان ثابت ہو۔

(عبدالحمید آرائیں، بشیر احمد درس)

www.AustralianIslamicLibrary.org